منیر العین
فی حکم
تقبیل الابہامین

رسالہ

مُنیر العین فی حکم تقبیل الابہامین[۱۳۰۱]

(انگوٹھے چُومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)[۱۳]

مسئلہ (۳۰۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمۂ اشہد ان محمدا رسول اللہ سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین، والصلاۃ والسلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمد الرفیع ذکرہ فی الصلاۃ والاذان، والحبیب اسمہ عند اھل الایمان، وعلٰی اٰلہ وصحبہ

تمام خُوبیاں اللہ کے لیے جس نے گروہ انبیاء ومرسلین کے سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی بخشی، صلاۃ وسلام ہو اس پر جو آنکھوں کا نور، پریشان دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کا ذکر اذان ونماز میں بلند ہے، جن کا اسمِ گرامی اہلِ ایمان کے ہاں نہایت ہی محبوب ہے اور آپ کی آل واصحاب پر

المشروحة صدورهم لجلال اسراره و المفتوحة عيونهم بجمال انواره، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، وان محمدا عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله صلى الله تعالٰى عليه وعلى اٰله وصحبه اجمعين، وعلينا معهم وبهم ولهم يا ارحم الراحمين اٰمين. قال العبد الذليل للمولى الجليل عبد المصطفٰى احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی، نور الله عيونه و اصلح شئونه مستعيذا برب الفلق من شر ما خلق وحامدا الله على ما الهم ووفق.

جن کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیلئے کھول دیئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوارِ جمال سے منور فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث کیا، اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب اور ان کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین۔ مولٰی جلیل کا بندۂ ذلیل عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کہتا ہے اللہ تعالٰی اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے تمام احوال کی اصلاح کرے درانحالیکہ وہ رب الفلق کی پناہ میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دی۔ (ت)

الجواب

حضور پُرنور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سُنتے وقت انگوٹھے یا انگشتانِ شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث و فقہ و ارشاد علما و عمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و حضرت ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا ابو العباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعا الصلوٰۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جن کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایۃ و فتاوٰی صوفیہ و کنز العباد و ردالمحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب و استحسان کے مطلق تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و عمائد کی مسلم فریقی

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارہ میں اُن محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تجریح و توثیق میں دائرہ صحتِ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکمِ اخیر و خلاصہ بحث و تنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضورِ اقدس سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاحِ محدثین درجۂ صحت کو فائز نہ ہوئیں، مقاصد میں فرمایا :

لایصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ[1]۔ — بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں :

کل مایروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ[2]۔ — اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا قطعی صحیح نہیں۔ (ت)

علامہ ابنِ عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں علامہ جمیل جراحی رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں :

لَمْ یَصِحَّ فِی الْمَرْفُوْعِ مِنْ کُلِّ ھٰذَا شَیْئٌ[3]۔ — بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

پھر خادمِ حدیث پر روشن کہ اصطلاحِ محدثین میں نفیِ صحت نفیِ حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفیِ صلاح و تماسک وہ صلوحِ تمسک ذکر دعوی وضع کذب، تو عند التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاحِ محدثین حکمِ صحت صحیح نہیں یونہی حکمِ وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتصریحِ ائمۂ فن کثرتِ طرق سے جبرِ نقصان متصور اور عملِ علماء و قبولِ قدماء حدیث کے لیے قوی دیگر اور نہ سہی تو فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گزریے تو بلاشبہہ یہ فعل اکابرِ دین سے مروی و منقول اور سلفِ صالح میں حفاظتِ بصر و روشنائیِ چشم کے لیے مجرب اور معمول، ایسے عمل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ روائی کو آخر اس میں کسی حکمِ شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنتِ ثابتہ کا خلاف، اور نفع حاصل تو منع باطل، بلکہ انصاف کیجیے تو محدثین کا نفیِ صحت کو احادیثِ مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیثِ موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیثِ موقوف کیا کم ہے، ولہذا مولٰنا علی قاری نے عبارتِ مذکورہ کے بعد فرمایا :

قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ — یعنی صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی اس عمل کا ثبوت

---

[1] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵
[2] الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ (موضوعات کبرٰی) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰
[3] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۳

تعالیٰ عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین[1]

عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

تو صدیق سے کسی شے کا ثبوت بعینہٖ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجہ صحت تک مرفوع نہ ہو، امام سخاوی المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث: مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلہما عند سماع قول المؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ مع قولہ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ لما سمع قول المؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ قال ھذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَیْہِ شَفَاعَتِیْ وَلَا یَصِحُّ۔[2]

یعنی مؤذن سے اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر انگشتانِ شہادت کے پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اُس جناب نے مؤذن کو اشہد ان محمدا رسول اللہ کہتے سنا یہ دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے، اور حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا:

وکذا ما اوردہ ابو العباس احمد بن ابی بکر

یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (موضوعات کبریٰ) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

[2] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ " " " ص ۳۸۴

الرداد الیمانی المتصوف فی کتابه موجبات الرحمة وعزائم المغفرة بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام انه قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشهد ان محمدا رسول الله، مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبد الله صلی الله تعالی علیه وسلم، ثم یقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یرمد ابدا[1]

ردادیمنی صوفی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ" میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

ثم روی بسند فیه من لم اعرفه عن اخی الفقیه محمد بن البابا فیما حکی عن نفسه انه هبت ریح، فوقعت منه حصاة فی عینه فاعیاه خروجها والمته اشد الالم، وانه لما سمع المؤذن یقول اشهد ان محمدا رسول الله، قال ذلک فخرجت الحصاة من فوره، قال الرداد رحمه الله تعالی، وهذا یسیر فی جنب فضائل الرسول صلی الله تعالی علیه وسلم[2]

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ محمد بن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہرگز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا، انھوں نے مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکل گئی ردادرحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

پھر فرمایا:

وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامها وخطیبها فی تاریخه عن المجد احد القدماء من المصریین، انه سمعه یقول من صلی

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انھیں فرماتے سُنا

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۳

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سمع ذكره في الاذان، وجمع اصبعيه المسبحة والابهام وقبلهما ومسح بهما عينيه لم يرمد ابدا[1]۔

جو شخص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سُن کر کلمہ کی اُنگلی اور انگوٹھا ملائے اور انھیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

قال ابن صالح، وسمعت ذلك ایضا من الفقيه محمد بن الزرندی عن بعض شیوخ العراق او العجم انه يقول عند ما يمسح عينيه، صلى الله عليك یا سیدی یا رسول الله يا حبيب قلبي ويا نور بصري ويا قرة عيني، وقال لي كل منهما منذ فعله لم ترمد عيني[2]۔

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سنا کہ بعض مشایخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور اُن کی روایت میں یُوں ہے کہ آنکھوں پر مَس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَاحَبِیْبَ قَلْبِیْ وَیَا نُوْرَ بَصَرِیْ وَیَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

قال ابن صالح وانا وللّٰه الحمد والشكر منذ سمعته منهما استعملته، فلم ترمد عيني وارجو ان عافيتهما تدوم واني اسلم من العمى ان شاء الله تعالى[3]۔

یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و شکر ہے جب سے مَیں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں سے سُنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہُوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالٰی۔

پھر فرمایا:

قال وروی عن الفقيه محمد بن سعيد الخولانی قال اخبرنی الفقيه العالم ابو الحسن علی بن محمد بن حديد الحسينی، اخبرنی الفقيه الزاهد البلالی

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی ہُوا کہ اُنھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے

---

[1] و [2] و [3] المقاصد الحسنۃ حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

عن الحسن علیه السلام، انه قال: من قال حین یسمع المؤذن یقول اشهد ان محمداً رسول الله مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبد الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ویقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یعم ولم یرمد[1]۔

حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشہد ان محمداً رسول اللہ کہتے سُن کر یہ دعا پڑھے مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دُکھیں۔

پھر فرمایا:

وقال الطاؤسی، انه سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجه، حدیث من قبل عند سماعه من المؤذن کلمة الشهادة ظفری ابهامیه ومسهما علی عینیه، وقال عند المس: اللهم احفظ حدقتی ونورهما ببرکة حدقتی محمد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ونورهما لم یعم[2]۔

یعنی طاؤسی فرماتے ہیں اُنھوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سُنی کہ جو شخص مؤذن سے کلماتِ شہادت سُن کر انگوٹھوں کے ناخن چومے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ احْفَظْ حَدَقَتِیْ وَنُوْرَھُمَا بِبَرَکَۃِ حَدَقَتَیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنُوْرِھِمَا، اندھا نہ ہو۔

شرح نقایہ میں ہے:

واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة الثانیة "صلی الله تعالیٰ علیك یا رسول الله"، وعند الثانیة منها "قرة عینی بك یا رسول الله" ثم یقال "اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین" فانه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یکون قائداً له

یعنی خبردار رہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشہد ان محمداً رسول اللہ سُنے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہے اور دوسری بار قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اُسے جنّت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد

---

[1] المقاصد الحسنۃ باب المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

[2] " " " " " " ص ۳۸۴

الی الجنۃ کذا فی کنز العباد[1] میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں: ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہما نے فتاوٰی صوفیہ میں فرمایا۔ شیخ مشائخنا خاتم المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکۃ المحمیہ مولٰنا جمال بن عبداللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبیل الابہامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاذان، ھل ھو جائز ام لا؟ اجبت بما نصہ نعم تقبیل الابہامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاذان جائز، بل ھو مستحب صرح بہ مشائخنا فی غیر ما کتاب[2]۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشائخ نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔

علامہ محدث محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰی نے تکملہ مجمع بحار الانوار میں حدیث کو صرف لا یصح فرماکر لکھتے ہیں: وروی تجربۃ ذلک عن کثیرین[3] یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔

فقیر مجیب غفر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے: اب طالب تحقیق وصاحب تدقیق، افادات چند نافع وسودمند پر لحاظ کرے، تاکہ بحول اللہ تعالٰی چہرۂ حق سے نقاب اُٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے اُن کی قدرے تفصیل زیور گوش سامعین ہو کہ یہاں بسط کامل وشرح کافل کے لیے تو دفتر وسیط بلکہ مجلد بسیط درکار، واللہ الموفق ونعم المعین **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

افادۂ اول (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط وباطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلٰی درجہ کی حدیث ہے

---

[1] جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

[2] فتاوٰی جمال بن عبداللہ عمر مکی

[3] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۱

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و عوائق کثیر و بسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس بحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں "یہ حدیث صحیح نہیں" یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حَسَن کہتے ہیں یہ بآنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حَسَن ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جُھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پُوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اسے صحیح نہیں کہتے برابر اُس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال و حرام میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ شرح منیہ[عہ۱] میں فرماتے ہیں:

قول الترمذی "لایصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الباب شیئ" لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لایتوقف ثبوتہ علی الصحیح، بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضا[۱]۔

ترمذی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملی حَسن اور اُس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوتِ مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اُسی[عہ۲] میں ہے:

علی الشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لایلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن[۲]۔

یعنی اصطلاح علم حدیث کی رُو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ[عہ۳] میں فرماتے ہیں:

قول احمد "انہ حدیث لایصح" ای

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے

عہ۱ ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمندیل بعد الوضوء ۱۲ منہ

وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ آخر صفۃ الصلٰوۃ قبیل فصل فیما کرہ فعلہ فی الصلٰوۃ ۱۲ منہ

صفۃ الصلٰوۃ کے آخر میں فیما کرہ فعلہ فی الصلٰوۃ سے تھوڑا پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۳ ذکرہ فی حدیث التوسعۃ علی العیال یوم العاشوراء فی اٰخر الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ

گیارھویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے تھوڑا پہلے عاشورا کے دن اہل وعیال پر وسعت والی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] و [۲] حلیۃ المحلی

لذاتہ فلا ینفی کونہ حسنا لغیرہ، والحسن لغیرہ یحتج بہ کما بین فی علوم الحدیث۔[1]

یہ معنی ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ ہوگا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہو چکا۔

ثم خاتم الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں:

من نفی الصحۃ لاینتفی الحسن[2] اھ ملخصا

یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔ اھ ملخصا

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

ھذا القسم من الحسن مشارک للصحیح فی الاحتجاج بہ وان کان دونہ۔[3]

یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

لایلزم من عدم الصحۃ وجود الوضع

لا یصح لاینفی الحسن[4] اھ ملخصا

یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اھ ملخصا

سیدی نور الدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں:

قد یکون غیر صحیح وھو صالح للاحتجاج بہ اذ الحسن رتبۃ بین الصحیح والضعیف۔[5]

یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابل حجیت ہے، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح و ضعیف کے درمیان ہے۔

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھی ان ینتعل الرجل قائما۔[6]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔) کہ امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے فرمایا،

---

[1] الصواعق المحرقۃ الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۵
[2] نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار
[3] نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۳۴
[4] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۹۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۰
[5] جواہر العقدین فی فضل الشرفین
[6] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۶

کلا الحدیثین لا یصح عند اھل الحدیث[1]

دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

نفی الصحۃ لاینافی انہ حسن کما علم[2]

صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلٰی ست و دائرہ آں تنگ تا جمیع احادیث کہ در کتب مذکور ست حتی دریں ششش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم باصطلاح ایشاں صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنہا صحاح باعتبار تغلیب ست[3]

اصطلاحِ محدثین میں عدم صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلٰی ترین درجہ ہے جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہوچکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور ہیں حتی کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تغلیباً صحیح کہا جاتا ہے (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول:

وقول من یقول فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجیۃ لاتتوقف علی الصحۃ، بل الحسن کاف[4]

یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں، اس لئے کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے

عــه المقصد الثالث النوع الثانی ذکر نعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

تیسرے مقصد دوسری نوع نعلِ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹

[2] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۵/۵۵

[3] شرح صراط مستقیم لعبد الحق المحدث الدہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۵۰۲

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۸

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو نہ کہ صالح و لائق اعتبار رہ ہونا درکنار کہ محض باطل و موضوع ٹھہرا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور راوی کے احکام، مرتبۂ صحیح کے بعد حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی یا سوء حفظ یا تدلیس وغیرہا، اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے، اس وقت وہ صلاحیت احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے، ورنہ در بارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجہ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سنبینہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تفصیلات آرہی ہیں۔ ت) پھر درجۂ ہفتم میں مرتبۂ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض [illegible] ایک اصطلاح پر موضوع کی نوع شدید یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع یا نظر دقیق میں یوں کہئے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے، ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول و افترا ہے، والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔ وسیرد علیک تفصیل ذلک ان شاء اللہ العلی الاعلی (اس کی روشن تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بیان کی جائے گی۔ ت) طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل و ملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، وللہ الحمد والمنۃ (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ ت) خیر یہ بات تو دور پہنچی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکار صحت سے اثبات وضع ماننا زمین و آسمان کے قلابے ملانا ہے، بلکہ نفی صحت اگر بمعنی نفی ثبوت ہی لیجئے یعنی اس فرقۂ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت حسن دونوں کو شامل، تاہم اس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح و حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن و موضوع کے بیچ میں بھی دور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجئے کہ کام ان صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے دیدہ و دانستہ محض اَن جان بن جاتے اور مہر سپہر کو زیر دامن گرد تردید چھپانا چاہتے ہیں۔ لہذا کلمات علماء سے اس روشن

مقدمہ کی تقریریں لیجئے:

امام مسند الحفاظ و امام محقق علی الاطلاق و امام حلبی و امام مکی و علامہ زرقانی و علامہ سمہودی و علامہ مروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالۃ النص و فحوی الخطاب اس دعوی جلیہ پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں تو اثبات وضع تو خیال محال سے بعید و کشش و فرق ہیں۔

حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے، تاہم عبارات النص سنئے:

امام بدرالدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم، وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین[1]۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں، اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افترا ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا، تنزیہ میں اس سے صدر مقالہ اور زیادہ فرمایا:

وھذا یجری فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی "لا یصح" ونحوہ[2]۔

یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل و عاری ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں:

لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا[3]۔

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

اکثر ما حکم الذھبی علی ھذا الحدیث،

یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

---

[1] مجمع بحار الانوار — فصل فی علومہ واصطلاحہ — نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۰۶

[2] تنزیہ الشریعۃ — کتاب التوحید فصل ثانی — دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۳۰

[3] القول المسدد — الحدیث السابع — مطبعۃ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۴۵

انہ قال متن لیس بصحیح وھذا صادق بضعفہ[1]

حکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں،

لا یلزم من عدم الصحۃ وجود الوضع کما لا یخفی[2]

یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

اسی میں، روز عاشورہ سرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی کا حکم "لا یصح ھذا الحدیث" (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کرکے فرماتے ہیں،

قلت لا یلزم من عدم صحتہ ثبوت وضعہ وغایتہ انہ ضعیف[3]

یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام مسند الحفاظ عسقلانی سے ناقل،

ان لفظ لا یثبت لا یثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونہ[4]

یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولٰنا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذھب بالداء اصلا (کھانے سے پہلے تربوز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ ت) کی نسبت قول امام ابن عساکر "شاذ لا یصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کرکے فرماتے ہیں،

ھو ضعیف لا غیر موضوع کما لا یخفی[5]

یعنی ان کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے نفی صحت پر کیوں قناعت کرتے، فافہم

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب بدء الخلق والانبیاء مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴۹

[2] موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۲۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۸

[3] " " " بیان احادیث الاکتحال یوم عاشوراء الحدیث ۱۲۹۰ " " " " " ص ۴۴۱

[4] مجمع تذکرۃ الموضوعات الباب الثانی فی اقسام الواضعین کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۷

[5] موضوعات ملا علی قاری حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ " " " " ص ۳۵۰

واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ: بحمد اللہ تعالٰی یہاں سے ان تسکینی طائفہ منکرین کا حیلہ شنیعہ و زور فظیع بوضوح تام طشت از بام ہوگیا جو کلمات علماء مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل بہامین کی نفی صحت نقل کرکے بے دھڑک دعوٰی کر دیتے ہیں کہ ان کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے۔ سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع، کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعددہ ہوں وہاں سب میں اعلٰی کی نفی سے سب میں ادنٰی کا ثبوت ہوجائے گا، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اس کے معنی یہ ٹھہرے کہ ناج شحنہ کا محتاج ہے، یا تسکینی طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

افادہ دوم (جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادح صحت و مانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں،

اوّل مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں، اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں،

دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وھذا اعلی شرح فیہ، فان من العلماء من نفی الجھالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا او اذا کان لایروی الا عن عدل عندہ، کیحیی بن سعید القطان وعبدالرحمٰن بن مھدی والامام احمد فی مسندہ، وھناک اقوال اخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحیٰی بن سعید بن القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)

سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں وقد یطلق علی مایشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہوجائے۔ ت)

قسم اوّل یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے: قبلہ ابوحنیفۃ خلافاً للشافعی[1] (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے قبول

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/ ۵۲

کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے ،

قالہ فی شرح المھذب ، ذکرہ فی التدریب ، وکذلک مال الی اختیارہ الامام ابوعمرو بن الصلاح فی مقدمتہ ، حیث قال فی المسئلۃ الثامنۃ من النوع الثالث والعشرین ویشبہ ان یکون العمل علی ھذا الرأی فی کثیر من کتب الحدیث المشھورۃ فی غیر واحد من الرواۃ الذین تقادم العھد بھم و تعذرت الخبرۃ الباطنۃ بھم۔[1]

یہ شرح المہذب میں ہے ، تدریب میں بھی اسے ذکر کیا ، امام ابوعمرو بن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں اسے ہی اختیار فرمایا ، انھوں نے تیسویں نوع کے آٹھویں مسئلہ میں کہا ہے اس رائے پر متعدد مشہور کتب میں عمل ہے جن میں بہت سے ایسے راویوں سے روایات لی گئی ہیں جن کا عہد بہت پُرانا ہے اور ان کی باطنی معاملات سے آگاہی دشوار ہے ۔ (ت)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور محدثین ضعیف مانتے ہیں ۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں :

واختلفوا ھل یقبل المجھول ، وھو علی ثلثۃ مجعول
مجھول عین من لہ راو فقط ، وردہ الاکثر والقسم الوسط
مجھول حال باطن وظاھر ، وحکمہ الرد لدی الجماھر
والثالث المجھول للعدالۃ ، فی باطن فقط فقد رأی لہ
حجیۃ بعض من منع ، ما قبلہ منھم سلیم فقطع[2]

(مجہول کے بارے میں علماء حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں ؛ اس کی تین اقسام ہیں ، مجہول العین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو ، اسے اکثر نے رد کر دیا ہے ۔ اور دوسری قسم وہ مجہول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری قسم وہ مجہول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو ، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انھوں نے قطعی قبول کیا ہے ۔ ت)

عــہ ای للامام سلیم بالتصغیر ابن ایوب الرازی الشافعی فانہ قطع بقبولہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ (م)

اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵۳

[2] الفیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/ ۴۳

اسی طرح تقریب النواوی و تدریب الراوی وغیرہما میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجهول اقسام مجهول العدالة ظاهرا وباطنا، ومجهولها باطنا مع وجودها ظاهرا وهو المستور، ومجهول العين، فاما الاول فالجمهور على انه لا يحتج به، واما الآخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين[1]

مجہول کی کئی اقسام ہیں، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو، دوسری قسم عدالت باطناً مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو، اور یہ مستور ہے، اور تیسری قسم مجہول العین ہے، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدست اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں:

بعض ما يضعف به رواة الحديث وتعلل به احاديثهم لا يكون تعليلا ولا جرحا عند الفقهاء ولا عند العلماء بالله تعالى مثل ان يكون الراوي مجهولا، لايثار الخمول وقد ندب اليه، ولقلة الاتباع له اذ لم يقم لهم الاثرة عنه[2]

یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو ضعیف کہہ دیا جاتا ہے، فقہاء و علماء کے نزدیک باعثِ ضعف و جرح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہرحال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہ طعن سے بھی ہے یا نہیں، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی نخواہی باطل و مجعول ہو، بعض متشددین نے اگر دعوے سے تمام دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں:

---

[1] مقدمۃ للامام النووی من شرح صحیح مسلم — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ص ۱۷

[2] قوت القلوب — فصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار — مطبوعہ دار صادر بیروت — ۱/۱۷۷

جہالۃ بعض الرواۃ لاتقتضی کون الحدیث موضوعاً وکذا نکارۃ الالفاظ، فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال[1]

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: فیہ راو مجہول، ولا یضر لانہ من احادیث الفضائل[2] (اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے)

موضوعات کبیر میں استاذ الحفاظ امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا: انہ لیس بموضوع وفی سندہ مجہول[3] (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے)

امام بدرالدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

لوثبتت جہالتہ لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعاً مالم یکن فی اسنادہ من یتہم بالوضع[4]

یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

عہ ذکرہ فی باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منہ (م)

سیدت اذان و جواب اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عــہ۲ بحدیث عالم قریش یملؤ الارض علما ۱۲ منہ (م)

حدیث "قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا" کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عــہ۳ قالہ فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی صلاۃ التسبیح لما عللہ ابوالفرج بجہالۃ موسی بن عبدالعزیز ۱۲ منہ (م)

صلوۃ التسبیح کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابوالفرج نے موسٰی بن عبدالعزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے (ت)

---

[1] رسالہ فضائل نصف شعبان

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ | باب الاذان فصل ثانی | مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان | ۲/۱۶۹

[3] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ | حدیث ۱۰۹ | مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان | ص ۱۵۷

[4] لآلی مصنوعہ | صلوۃ التسبیح | التجاریۃ الکبرٰی مصر | ۲/۴۴

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی ولآلی میں فرماتے ہیں:

لایلزم من الجہل بحال الراوی ان یکون الحدیث موضوعا۔[1] — راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الآخرۃ لم تقبل لہ صلاۃ تلک اللیلۃ[2] (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی لغو شعر کہا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی۔ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے۔ اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لآلی و تعقبات میں فرمایا:

لیس فی شیئ مما ذکرہ ابوالفرج ما یقتضی الوضع[3] — یہ علتیں جو ابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی تزویج فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

کونہ کذبا فیہ نظر، وانما ھو غریب فی سندہ مجہول[4] — اس کا کذب ہونا مسلّم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

ع۱ قالہ فی حدیث وعید تارک الجمعۃ فلیمت ان شاء یہودیا و نصرانیا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ — ایسا بندہ جمعہ کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو یہودی یا نصرانی مرجائے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

ع۲ باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ — باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ لآلی مصنوعہ صلٰوۃ التسبیح مطبوعہ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۱۸
۲؎ کتاب الموضوعات فی حدیث انشاد الشعر بعد العشاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۶۱
۳؎ القول المسدد الحدیث الثانی مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۶
۴؎ الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۴۳

قال السہیلی فی اسنادہ[عہ۱] مجاہیل وهو یفید ضعفه فقط، وقال ابن کثیر منکر جدا وسنده مجهول وهو ایضا صریح فی انه ضعیف فقط، فالمنکر من قسم الضعیف، ولذا قال السیوطی بعد ما اورد قول ابن عساکر "منکر" هذا حجة لی فانه من انه ضعیف، لا موضوع، لان المنکر من قسم الضعیف، وبینه وبین الموضوع فرق معروف فی الفن فالمنکر ما انفرد به الراوی الضعیف مخالفا لروایة الثقات فان انتفت کان ضعیفا فقط وهی مرتبة فوق المنکر اصلح حالا منه اھ ملخصا

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعف کی اقسام میں سے ہے، اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول "یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول "یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع کے درمیان فنی اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری اگر ختم ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلی ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اھ ملخصا (ت)

خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہول ہونے سے حدیث میں صرف ضعف کا ثبوت ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن و اعلی ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ۔ امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالی اعلم۔

افادہ سوم (حدیث منقطع کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا، امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ضعف بالانقطاع وهو عندنا کالارسال[عہ۲] بعد

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان دہ نہیں (ت)

عہ۱ یعنی حدیث احیاء الابوین الکریمین حتی آمنا به صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہو کر آپ کی ذات پر ایمان لائے، اسی حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ قوله کالارسال ای علی تفسیر وهو سقطه عن آخر وهو علی الاطلاق ۱۲ منہ (م)

قولہ کالارسال یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۱/ ۱۹۶

عدالة الرواة وثقتهم لایضر[1]

کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلیہ[عہ1] میں فرماتے ہیں:

لایضر ذلک فان المنقطع کالمرسل فی قبوله من الثقات[2]

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ[عہ2] میں فرماتے ہیں:

قال ابوداؤد هذا مرسل ای نوع مرسل وهو المنقطع لکن المرسل حجة عندنا وعند الجمهور[3]

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے لیکن مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ (ت)

اور جو اسے قادح جانتے ہیں وہ بھی صرف مورث ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت، مرقاۃ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول:

لایضر ذلک فی الاستدلال به[عہ3] هنا لان المنقطع

یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل

عہ۱: اول صفة الصلاة فی کلام علی زیادة وجل ثناؤک فی الثناء ۱۲ منه (م)

صفۃ الصلوۃ کے شروع میں جہاں ثنا میں وجل ثناءک کے الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: تحت حدیث ام المؤمنین رضی الله تعالی عنها کان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم یقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتوضؤ ۱۲ منه رضی الله تعالی عنه (م)

اس کا ذکر ام المومنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات سے تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر ہی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالی عنہ (ت)

عہ۳: تحت حدیث اذا رکع احدکم فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلث مرات فقد تم رکوعه قال الترمذی لیس اسناده بمتصل قال ابن حجر وهو لایضر ذلک ۱۲ منه رضی الله تعالی عنه (م)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ سبحان ربی العظیم پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہو جائیگا، ترمذی نے کہا اس کی سند متصل نہیں، حافظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان دہ نہیں ۱۲ منہ (ت)

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۹

[2] حلیۃ المحلی

[3] مرقات شرح مشکوۃ الفصل الثانی من باب موجب الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۳۲۳

يعمل به في الفضائل اجماعاً[1] — میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادۂ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں) انتقاد تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں، حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دربارۂ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے حالانکہ اس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقبات[ع1] میں ہے:

المضطرب من قسم الضعيف لا الموضوع[2] — مضطرب حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں (ت)

اسی[ع2] میں ہے:

المنكر نوع غير الموضوع وهو من قسم الضعيف[3] — منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو ضعیف کی ایک قسم ہے۔ (ت)

اسی[ع3] میں ہے:

صرح ابن عدى بان الحديث منكر فليس بموضوع[4] — ابن عدی نے تصریح کی ہے کہ حدیث منکر، موضوع نہیں ہوتی۔ (ت)

اسی[ع4] میں ہے:

المنكر من قسم الضعيف وهو محتمل في الفضائل[5] — منکر ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابلِ استدلال ہے۔ (ت)

ع1: ذكره في حرب ب الجنائز ۱۲ منہ (م) — باب الجنائز کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع2: اول باب الاطعمة ۱۲ منہ (م) — باب الاطعمہ کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع3: اول باب البعث ۱۲ منہ (م) — باب البعث کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع4: قاله في، واخر الكتاب تحت حديث معمل قزوين ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۳۱۵

[2] التعقبات علی الموضوعات باب الجنائز مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۱۲

[3] " " " باب الاطعمہ " " ص ۳۰

[4] " " " باب البعث " " ص ۵۱

[5] " " " باب المناقب " " ص ۶۰

اسی میں ہے:[1]

رأیت الذھبی قال فی تاریخہ "ھذا حدیث منکر لا یعرف الا ببشر وھو ضعیف انتھی" فعلم انہ ضعیف لا موضوع۔

میں نے دیکھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:[2]

حدیث ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ "علیکم بلباس الصوف تجدوا حلاوۃ الایمان فی قلوبکم" علیکم بحدیث بطولہ فیہ الکدیمی وضاع قلت، قال البیہقی فی الشعب "ھذہ الجملۃ من الحدیث معروفۃ من غیر ھذا الطریق، وزاد الکدیمی فیہ زیادۃ منکرۃ، ویشبہ ان یکون من کلام بعض الرواۃ فالحق بالحدیث انتھی" والجملۃ معروفۃ اخرجہ الحاکم فی المستدرک والحدیث المطول من قسم المدرج لا الموضوع۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہنو اس سے تمہارے دلوں کو حلاوتِ ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث، اس میں کدیمی راوی حدیث گھڑنے والا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے حدیث کا یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کدیمی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی راوی کا کلام ہو اور انہوں نے اسے حدیث کا حصہ بنادیا ہو انتہی، اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور یہ طویل حدیث مدرج ہے موضوع نہیں۔ (ت)

افادۂ پنجم (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں) غیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک، شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو اتنا بھی نہیں، جیسے حدثنی رجل" (مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی) یا بعض اصحابنا (ایک رفیق نے خبر دی) پھر یہ بھی

عہ[1] ذکرہ فی آخر باب التوحید ۱۲ منہ (م) باب التوحید کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے

عہ[2] اول باب اللباس ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م) باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] التعقبات علی الموضوعات باب التوحید مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴

[2] " " " " باب اللباس " " ص ۳۳

صرف حدیث ضعف ہے نہ کہ موجب وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں :

لا یستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان راویہ لم یسم[1]۔

صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہوجاتی۔ (ت)

(تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہوجاتا ہے، تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ (حسین چہرے والوں سے بھلائی طلب کرو۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ہارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزہری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا روایت کی ' فرمایا :

اوردہ (یعنی ابا الفرج) من حدیث عائشۃ من طرق، فی الاول رجل لم یسم، وفی الثانی عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک، وفی الثالث الحکم بن عبداللہ الایلی احادیثہ موضوعۃ، قلت عبدالرحمن لم یتہم بکذب، ثم انہ لم ینفرد بہ بل تابعہ اسمٰعیل بن عیاش وکلاھما یجبران ابھام الذی فی الطریق الاول[2] اھ مختصرا۔

اسے اس (یعنی ابوالفرج) نے حدیث عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نامعلوم)، اور دوسری میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبداللہ الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن متہم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ اسمٰعیل بن عیاش نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کردیا جو سند اول میں تھا اھ مختصراً۔ (ت)

(حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہوسکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج پھر خاتم الحفاظ تعقبات میں فرماتے ہیں :

رجالہ ثقات الا ان فیہ مبہما لم یسم

اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے

عہ باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بالمغفرۃ ۱۲ منہ (م)۔

یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب اللباس مطبعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۲۶۳

[2] التعقبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص۴۵

فان كان ثقة فهو على شرط الصحيح، وان كان ضعيفا فهو عاضد للمسند المذكور۔[1]

جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر مسند مذکور کو تقویت دینے والی ہے۔ (ت)

افادۂ ششم

(ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے) بعض جہالت وابہام تو عدمِ علمِ عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علمِ عدم، عدمِ علم سے زائد، مجہول ومبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہٖ ثقہ ہو کما مرّ انفا عن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ ت) اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط۔ ولہذا محدثین دربارۂ مجہول رد وقبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے۔ امام نووی مقدمۂ منہاج میں ابو علی غسانی جیانی سے ناقل:

الناقلون سبع طبقات، ثلث مقبولة، وثلث متروكة والسابعة مختلف فيها (الى قوله) السابعة قوم مجهولون انفردوا بروايات، لم يتابعوا عليها، فقبلهم قوم، ووقفهم اخرون۔[2]

ناقلین کے سات درجات ہیں، تین مقبول، تین متروک اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس قول تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کرنے میں منفرد ہیں، ان کی متابعت کسی نے نہیں کی، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ بوجہ ضعفِ رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے۔ حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات و لآلی و تدریب میں فرماتے ہیں:

صنف ابن الجوزي كتاب الموضوعات فاصاب

ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں

عــه قاله تحت حديث من قرأ اية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت ۱۲ منه رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب الحج مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۲۳

[2] مقدمۂ منہاج للنووی مع شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

فی ذکر احادیث مخالفۃ للنقل والعقل، ومما لم یصب فیہ اطلاقہ الوضع علی احادیث بکلام لبعض الناس فی رواتہ، کقولہ فلان ضعیف او لیس بالقوی او لین ولیس ذلک الحدیث مما یشہد القلب ببطلانہ ولا فیہ مخالفۃ ولا معارضۃ لکتاب ولا سنۃ ولا اجماع ولا حجۃ بانہ موضوع سوی کلام ذلک الرجل فی رواتہ وھذا عدوان ومجازفۃ

نے ایسی روایات کی نشان دہی کر کے بہت ہی اچھا کیا جو عقل ونقل کے خلاف ہیں لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لیے کر دیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے۔ یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالفت ہے نہ یہ کتاب و سنت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے سوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے۔ (ت)

افادۂ ہفتم (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں)

پھر کسی جگہ سے ضعف کی خصوصیت نہیں بلکہ سخت اقسامِ جرح میں جو جرح کا بر ایک جہالتِ راوی سے بدرجہا بدتر ہے ایسی تصریح ہے کہ ان سے بھی موضوعیت لازم نہیں، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کرے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تُو نے یہ سنا تھا وہی مان لے۔ پر ظاہر کہ یہ شدتِ غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجے زیادہ سخت ہے، امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسبابِ طعن کی دس قسمیں فرمائیں:

(۱) **کذب** کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کرے۔

(۲) **تہمتِ کذب** کہ جو حدیث اس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی، مخالف قواعد دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔

(۳) **کثرتِ غلط** (۴) **غفلت**

(۵) **فسق** (۶) **وہم**

(۷) **مخالفتِ ثقات** (۸) **جہالت**

(۹) **بدعت** (۱۰) **سوءِ حفظ**

اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے۔

ل تدریب الراوی النوع الثانی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۷۸

ع التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۲۰

حیث قال الطعن یکون بعشرۃ اشیاء بعضہا اشد فی القدح من بعض وترتیبہا علی الاشد فالاشد فی موجب الرد[1] اھ ملخصا۔

الخ ظاہر ہیں کہ اسباب طعن دس اشیاء ہیں، بعض بعض سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار سے "الاشد" "فالاشد" کی ترتیب ہے اھ ملخصا (ت)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، اور افر تعقبات میں ہے:

فیہ یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن، قلت ھذا لا یقتضی الحکم بوضع حدیثہ[2]۔

اس میں یزید ابن ابی زیاد ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ تلقین کو قبول کرلیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادہ بست وہشتم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں)

یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں[1] اس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

نقل ابن[2] القطان ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ[3]۔

ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] کانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان یتورع من اطلاق الفاظ شدیدۃ مخففۃ انیکرت بعضہ من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحادیث فاصطلح علی ھذا جمعا بین الامرین ۱۲ منہ (م)

گویا امام بخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سخت الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت ودفاع لازم ہے لہٰذا دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] ذکرہ فی ابان بن جبلۃ الکوفی ۱۲ منہ (م)

ابان بن جبلہ الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح نخبۃ الفکر بحث المرسل الخفی مطبوعہ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۵۴

[2] تعقبات باب المناقب مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۵۸

[3] میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلہ الکوفی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۶

اُسی[1] میں ہے :

قد مرلنا ان البخاری قال من قلت فیہ منکر الحدیث فلا یحل روایۃ حدیثہ[1] — جیسے امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے بارے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں ۔ (ت)

یا بعض علما نے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں ، تعقبات[2] میں ہے :

قال البخاری منکر الحدیث ، فغایۃ امر حدیثہ ان یکون ضعیفاً[2] — بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی ۔ (ت)

افادہ نہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد مرتبۂ[3] متہم بالوضع یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے ، میزان میں ہے :

عہ[1] قالہ فی سلیمن بن داود الیمانی ۱۲ منہ (م) — سلیمان بن داود یمانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ[2] باب فضائل القرآن ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ — باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ[3] بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیۂ نزہۃ النظر میں متروک ، متہم ، واضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا :

حیث قال قال المرتبۃ الثالثۃ فلان متھم بالکذب او الوضع او ساقط او ھالک او ذاھب الحدیث وفلان متروک او متروک الحدیث او ترکوہ[3] — ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ جیسے فلان متہم بالکذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا ذاہب الحدیث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا لوگوں نے اسے ترک کردیا ہے

اقول وکان ھذا القائل ایضا لایقول باستواء جمیع ما ذکر فی المرتبۃ بل فیھا ایضا تشکیک عندہ وکانہ لذلک اشار باعادۃ فلان قبل قولہ متروک الا ان فیہ ان ساقطا وما بعدہ لا یفوق متروکا وما بعدہ کما لایخفی ۱۲ منہ (م) — **اقول** گویا اس قائل نے بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے ۔ گویا انہوں نے اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ کرکے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد ، متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہوسکتے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال فی ترجمہ سلیمان بن داود الیمانی — مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰۲

[2] التعقبات علی الموضوعات — باب فضائل القرآن — مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص۹

[3] حاشیۂ نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر مراتب الجرح — مطبع علیمی ص۱۱۱

واردی عبارات الجرح: دجال كذاب، او وضاع يضع الحديث ثم متهم بالكذب ومتفق على تركه، ثم متروك[1] الخ

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں: دجال، کذاب، وضاع جو حدیث گھڑتا ہے اس کے بعد متہم بالکذب متفق علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)

امام شان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب[2] میں فرماتے ہیں:

العاشرة: من لم يوثق البتة وضعف مع ذلك بقادح، واليه الاشارة بمتروك او متروك الحديث او واهي الحديث او ساقط. الحادية عشر: من اتهم بالكذب. الثانية عشر: من اطلق عليه اسم الكذب والوضع[2].

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو، اس کی طرف اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واہی الحدیث اور ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ گیارھواں درجہ یہ ہے جو متہم بالکذب ہو، اور بارھواں درجہ یہ ہے کہ جس پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں، امام ابن [illegible] [illegible] العشرة پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں،

رماه ابن حبان وتبعه ابن الجوزي انه، المتن موضوع، وليس كما قال، فان الراوي وان كان متروكا عند الاكثر ضعيف عند البعض فلم ينسب للوضع[3] اھ مختصرا.

ابن حبان نے وہم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اھ مختصراً (ت)

عـه في التوحيد تحت حديث ابن عدي ان الله عزوجل قرأ طه ويس قبل ان يخلق آدم الحديث ۱۲ منه (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے طٰہٰ اور یٰسٓ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا الحدیث ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴

[2] تقریب التہذیب " مطبع فاروقی دہلی ص ۳

[3] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید " التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۰

امام بدر زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الحفاظ لآلی[1] میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر وسلیمن بن ارقم وان کان متروکا فلم یتہم بکذب ولا وضع[1] اھ ملخصا۔

محدثین کے قول "لم یصح" اور "موضوع" کے درمیان بڑا فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن وہ متہم بالکذب اور متہم بالوضع نہیں اھ ملخصا (ت)

ابو الفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروک" (فضل متروک ہے۔ت) لآلی[عہ۱] میں فرمایا:

فی الحکم بوضعہ نظر، فان الفضل لم یتہم بکذب[2]۔

اس کو موضوع قرار دینا محل نظر ہے، کیونکہ فضل متہم بالکذب نہیں۔ (ت)

تعقبات[عہ۳] میں ہے:

اصبغ شیعی متروک عند النسائی، فمحصل کلامہ[عہ۴] "انہ ضعیف لا موضوع" وبذلک صرح البیہقی[3]۔

اصبغ شیعہ ہے امام نسائی کے ہاں متروک ہے اس کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔ (ت)

عہ۱: فیہ تحت حدیثہ ایضا والذی نفسی بیدہ ما ارسل اللہ من وحی قط علی نبی بینہ وبینہ الا بالعربیۃ الحدیث ۱۲ منہ (م)

اس میں اسی حدیث کے تحت یہ بھی ہے اس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالٰی نے کسی نبی پر وحی نہیں فرمائی مگر اس کے اور اس کے نبی کے درمیان عربیت میں۔ (ت)

عہ۲: فیہ ایضا تحت حدیث ابن شاہین لما کلم اللہ تعالٰی موسٰی یوم الطور کلمہ بغیر الکلام الذی کلمہ یوم ناداہ الحدیث ۱۲ منہ (م)

اسی میں حدیث ابن شاہین کے تحت یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام سے طور کے دن گفتگو فرمائی تو یہ کلام اس کلام کی طرح نہ تھا جو انکے ساتھ ندا کے وقت کیا تھا، الحدیث ۱۲ منہ (ت)

عہ۳: ذکرہ فی اول باب الصلاۃ۔

باب الصلاۃ کے شروع میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

عہ۴: الکنایۃ للذہبی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اس سے امام ذہبی کی طرف کنایہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید مطبوعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۱۱
[2] " " " " " " ۱/ ۱۲
[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۱

حدیث چہل صوفیہ کرام قدست اسرارہم کہ :

من اخلص للہ تعالٰی اربعین یوما ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ[1]

جس شخص نے چالیس دن اللہ تعالٰی کے لیے اخلاص کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہوجائیں گے۔ (ت)

ابن جوزی نے بطریق عدیدہ روایت کرکے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول کسی کے کثیر الخطا کسی کے مجروح کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ ما فیہم متہم بکذب[2] یہ سب کچھ سہی پھر ان میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یونہی ایک حدیث کی علت بیان کی: بشر روی عن القاسم متروکان[3] (بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی، یہ دونوں متروک ہیں۔ ت) تعقبات میں فرمایا: بشر لم یتہم بکذب[4] (بشر متہم بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا" الحدیث (اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ ت) میں کہا تفرد بہ مسلمۃ بن علی الخشنی وھو متروک[5] (اس میں مسلمہ بن علی الخشنی منفرد ہے اور وہ متروک ہے۔ ت) تعقبات میں فرمایا: مسلمۃ وان ضعف فلم یجرح بکذب[6] (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر جرح بالکذب نہیں۔ ت) حدیث فی صورۃ تبتہ لا یعادون (ایک صورت میں نہیں وہ ناقی جائیں گے۔ ت) پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقبات میں فرمایا: ولم یتہم بکذب، والحدیث ضعیف لا موضوع[7] (یہ متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ ت)

سبحان اللہ! جب اشد وبعد کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل وعقل سے انقطاع کی حالت ہے ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

عہ یعنی حدیث ابی امامہ من قال حین یمسی صلی اللہ تعالٰی علی نوح وعلیہ السلام لم تلدغہ عقرب تلک اللیلۃ ۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص نے شام کے وقت یہ کہا "صلی اللہ تعالٰی علی نوح وعلیہ السلام" تو اسے اس رات بچھو نہیں ڈسے گا ۱۲ (ت)

[2] التعقبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق ص ۲۰۱ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۷
[4] " " " ص ۲۰۲ " " ص ۴۶
[6] " " باب المناقب ص ۲۰۵ " " ص ۵۳
[7] " " باب الجنائز ص ۷ " " ص ۱۷

تذییل: یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجیے، موضوعات ابو الفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون وجذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ و عبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوّے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطرق عدیدہ روایت کرکے اس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشیء ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا، ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزرمی متروک اور عباد بن عباد مستحق ترک، اور عزرہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف بتایا اور ابو الحسن کوفی مجہول اور [illegible] ضعیف ہے۔
شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کرکے کہا:

هذه غاية ما ابداه ابن الجوزي دليلا على ما حكم به من الوضع، وقد افرط وجازف فليس مثل هذه العلل توجب الحكم بالوضع بل غاية حال الحديث ان يكون حسنا لغيره. انتهى

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں، بلکہ کمال درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔[۱]

واللہ الہادی الی سبیل الھدیٰ۔

افادۂ دہم (موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یا سنت متواترہ (۳) یا اجماع قطعی قطعیات الدلالۃ (۴) یا عقل صریح (۵) یا حس صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پُرنور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے

---

[۱] زہر النسرین فی حدیث المعمرین للشوکانی

کذب وبطلان پر گواہی مستندًا[عہ] الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اُس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہوجاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور ووضوح وضع کی ہیں

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علٰی سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث:

لحمک لحمی ودمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)

اقول انصافًا یونہی وہ مناقب امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین واہلبیت طاہرین رضی اللہ تعالٰی عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں کما نص علیہ الحافظ ابو یعلی والحافظ الخلیلی فی الارشاد (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلی اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یونہی نواصب نے مناقب امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیثیں گھڑیں کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی نے رہنمائی فرمائی جو سنّت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کردی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقراء تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلاواسطہ

عہ زدتہ لان التواتر لایعتبر الا فی الحسیات کما نصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (م)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

مذکور سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں ولو بسطنا المقال علی کل صورۃ لطال الکلام وتقاصی المرام، ولسنا ھھنا لتصدد ذلک (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیل گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دور ہو جائے گا لہٰذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اس کا مدار ہو۔ امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلک بل لابد معہ من انضمام شیئ مما سیاتی۔

یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفتیش حدیث میں استقصا سے تمام کرے اور بایں ہمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے[1]

تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارۂ اتخاذ دجاج کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے، ابن حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا: والظاھر ان الحدیث ضعیف لا موضوع[2] (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے، ابن حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موضوعات روایت کرتا، ولہٰذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسدد و پھر خاتم الحفاظ نے لآلی میں فرمایا:

ھذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط، ولیس فیہ ما یحیلہ الشرع ولا العقل، فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونہ من روایۃ ابی عقال لا یتجہ، وطریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں سرحد دار الحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیث فضائل

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث الموضوع دار الامام الطبری بیروت ۱/۲۹۴

[2] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۳۸

احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام[1] میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

(۴) کذاب وضاع جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ووضع ہو، یہ مسلک امام الشان وغیرہ علماء کا ہے، نخبہ و نزہہ میں فرماتے ہیں :

الطعن اما ان یکون لکذب الراوی بان یروی عنہ مالم یقلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متعمداً لذٰلک او تہمتہ بذٰلک، الاول ھو الموضوع، والحکم علیہ بالوضع انما ھو بطریق الظن الغالب لا بالقطع، اذ قد یصدق الکذوب، والثانی ھو المتروک[2] ملتقطاً

طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے عمداً ایسی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو۔ پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

یعنی امام کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرۃ فایاکم والحمرۃ وکل ثوب فیہ شہرۃ (شیطان سرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سرخ رنگ سے بچو، اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت) کی نسبت فرماتے ہیں :

قال الجورقانی فی کتاب الاباطیل ھذا حدیث باطل و اسنادہ منقطع کذا قال و قولہ باطل مردود فان ابابکر الھذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقہ سعید بن بشیر، وان زاد فیہ[3]

جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح انھوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت

عہ ذکرہ فی ترجمۃ رافع بن یزید الثقفی (م)

رافع بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القول المسدد الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۴

[2] شرح نخبۃ الفکر مع نزہۃ النظر بحث الطعن مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۵۵ تا ۵۹

السند رجلا، فغایته ان المتن ضعیف اما الحکم بالوضع فمردود[1]

کی، اگرچہ سند میں انھوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔ (ت)

علی قاری حاشیہ نزہہ میں فرماتے ہیں[2]:

الموضوع هو الحدیث الذی فیه الطعن بکذب الراوی[2]

موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر کذب کا طعن ہو۔ (ت)

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں[3]:

احادیث الدیك حکم ابن الجوزی بوضعها ورد علیه الحافظ بما حاصله انه لم یتبین له الحکم بوضعها اذ لیس فیه وضاع ولا کذاب نعم هو ضعیف من جمیع طرقه[3]۔

روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا موضوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب، ہاں وہ جمیع طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی میں[4] حدیث کان لا یعود الا بعد ثلث (سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین دن کے بعد عیادت مریض فرماتے تھے۔ ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے فرمایا:

اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات وتعقبوہ بانه ضعیف فقط، لاموضوع، فان مسلمة لم یجرح بکذب کما قاله الحافظ ولا التفات لمن غره

ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ مسلمہ پر جرح بالکذب نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا

عہ۱ المقصد الثانی آخر الفصل السابع ۱۲ منہ (م)

دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ المقصد الثامن الفصل الاول فی طبه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ۱۲ منه رضی اللہ تعالٰی عنه

آٹھویں مقصد کی پہلی فصل طب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ القسم الاول "حرف الزاء" مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۵۰۰

[2] حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر بحث الموضوع مطبع علیمی لاہور ص ۵۹

[3] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی آخر الفصل السابع مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۳/۳۵۰

[4] " " " الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبه صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۵۰

بزخرف القول فقال ھو موضوع کما قال الذھبی وغیرہ[1]۔

لہذا توجہ کی جائے اس شخص کی طرف جس نے ملمع کاری سے دھوکا کھایا اور کہا کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ذہبی وغیرہ نے کہا۔ (ت)

اُسی میں بعد کلام مذکور ہے:

ان ادرجی الاسناد من تفرد بہ کذاب او وضاع فحدیثہ موضوع وان کان ضعیفا فالحدیث ضعیف فقط[2]۔

جو سند حدیث پر بہا گزرے آئے روایت کرنے والا کذاب یا وضاع منفرد ہے تو وہ روایت موضوع ہوگی اور اگر ضعیف ہے تو روایت صرف ضعیف ہوگی۔ (ت)

اُنھیں ابن ابی خیثمہ نے حدیث ثلثۃ لیس لھم عیادۃ الرمد والدمل والضرس (تین اشخاص کی عیادت لازم نہیں جس کی آنکھ میں تکلیف ہو جس کو پھوڑا نکل آئے اور داڑھ درد والے کی۔ ت) کو مرفوعاً روایت کیا اور ہقل نے یحیی بن ابی کثیر پر موقوف رکھا، تو شدت طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر بھی کردیا و لہذا بیہقی نے موقوف کو "ھو الصحیح" (وہ صحیح ہے۔ ت) بتایا، امام حافظ نے فرمایا:

تصحیحہ وقفہ لایوجب الحکم بوضع المسند وان کان ضعیفا لم یحرم بکذب فجزم ابن الجوزی بوضعہ وھم اھ نقلہ الزرقانی قبیل ما مر[3]۔

اس کی تصحیح اس کا موقوف ہونا ہے جو کہ اس کے موضوع ہونے کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ مسند اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر کذب کا طعن نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ ابن جوزی کا اس کو موضوع قرار دینا وہم ہے اھ اسے امام زرقانی نے پہلی حدیث سے کچھ پہلے نقل کیا ہے۔ (ت)

امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا منہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں اُن کی طرف منہ کر اور اُن سے شفاعت مانگ کہ اللہ تعالی ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ معتبرہ روایت فرمایا، ابن تیمیہ متہور نے جزافاً بک دیا کہ ان ھذہ الحکایۃ کذب علی مالک۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب، الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۵۹
[2] " " " " " " " " " " " "
[3] " " " " " " " " " " " ۷/۵۸

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا ثابت ہے۔ ت) علامہ زرقانی[ع۱] نے اس کے رد میں فرمایا:

هذا تهور عجيب، فان الحكاية رواها ابو الحسن بن فهر في كتابه فضائل مالك باسناد لا بأس به، واخرجها القاضي عياض في الشفاء من طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه فمن اين انها كذب وليس في اسنادها وضاع ولا كذاب[1]

یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابو الحسن بن فہر نے اپنی کتاب "فضائل مالک" میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ اس کی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی کذاب۔ (ت)

افادہ نہم میں امام الشان و امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضع تو نہ کہا، امام آخر کا قول گزرا کہ سند ضعیف سہی اس پر طعن کذب تو نہیں، نیز تعقبات[ع۲] میں فرمایا:

لم يجرح بكذب فلا يلزم ان يكون حديثه موضوعا[2]۔

اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ (ت)

(۳) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادہ دوم میں امام زرکشی و امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ افادہ پنجم میں گزرا کہ بوصیری نے کہا علیکی متروک ہے، تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں۔ افادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول، مجروح، کثیر الخطاء، متروک ہونے سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقبات[ع۳] میں ہے:

ع۱: المقصد العاشر الفصل الثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ — دسویں مقصد کی فصل ثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲: باب فضائل القرآن ۱۲ منہ — باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۳: آخر البعث ۱۲ منہ — باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثانی المقصد العاشر مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۸/۳۴۸

[2] التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۸

حدیث فیہ حسن بن فرقد لیس بشئ، قلت لم یتھم بکذب، واکثر ما فیہ ان الحدیث ضعیف[1]

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی شئ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ متہم بالکذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ت)

اسی میں ہے[عہ۱]:

حدیث فیہ عطیۃ العوفی وبشر بن عمارۃ ضعیفان قلت فی الحکم بوضعہ نظر فلم یتھم واحد منھما بکذب[2]

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں، میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محل نظر ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے[عہ۲]:

حدیث: اطلبوا العلم ولو بالصین، فیہ ابو عاتکۃ منکر الحدیث "قلت" لم یجرح بکذب ولا تھمۃ[3]

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند میں ابوعاتکہ منکر الحدیث ہے، میں کہتا ہوں اس پر کذب اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے[عہ۳]:

حدیث فیہ عمارۃ لا یحتج بہ قال الحافظ ابن حجر تابعہ اعلب واعلب شبیہ بعمارۃ فی الضعف، لکن لم ار من اتھمہ بالکذب[4]

اس حدیث کی سند میں عمارہ ہے لہٰذا یہ قابل استدلال نہیں۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب نے متابعت کی ہے اور اغلب ضعف میں عمارہ کے مثل ہے لیکن میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی تہمت لگائی ہو۔ (ت)

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں حدیث عالم قریش یملؤ الارض علما (عالم قریشی زمین کو علم سے بھردے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا، کیف یتصور وضعہ ولا کذاب فیہ ولا متھم[5] اس کا موضوع ہونا

عہ۱: آخر التوحید ۱۲ منہ
باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: اول العلم ۱۲ منہ
باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۳: اول باب البعث

---

[1] التعقبات علی الموضوعات	باب البعث	مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل	ص ۵۳
[2] التعقبات علی الموضوعات	باب التوحید	" "	ص ۳
[3] " "	باب العلم	" "	ص ۴
[4] " "	باب البعث	" "	ص ۵۱

[5] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی فی اثبات بالاستشہار العقلیات مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۲/ ۲۵۵

کیونکر متصور ہو حالانکہ نہ اس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماع محققین ہے کہ حدیث جب ان دلائل و قرائن قطعیہ و غالبہ سے خالی ہو اور اس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے یا متشدد مفرط ہے یا مخطی غالط یا متعصب مغالط واللہ الہادی وعلیہ اعتمادی۔

افادۂ یازدہم (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے) جو حدیث فی نفسہ ان شدید دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اس سند پر جو اس وقت اس کے پیش نظر ہے، بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ الفاظ تضعیف کہنے میں تو یہ حاصل حاصل، ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے،

ابراھیم بن موسی المروزی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما حدیث طلب العلم فریضۃ "قال احمد بن حنبل" ھذا کذب" یعنی بھذا الاسناد والا فالمتن له طرق ضعیفة[1]۔

ابراہیم مروزی مالک سے وہ نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالی عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے۔ (ت)

امام شمس الدین ابو الخیر محمد محمد محمد ابن الجزری استاذ امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالی نے حصن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا، فیعلموا انی ارجو انیکون جمیع ما فیہ صحیحا[2] (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم و ابن مردویہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم بن موسی المروزی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۶۹
[2] حصن حصین مقدمہ کتاب نولکشور لکھنؤ ص ۵

اُس کی شرح حرز ثمین میں لکھتے ہیں:

صرح ابن الجوزی بان ھذا الحدیث موضوع "قلت" یمکن ان یکون بالنسبۃ الی اسنادہ المذکور عندہ موضوعا۔[1]

ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے "میں کہتا ہوں" ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح حرز حصین میں ہے، نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

ما اختلفوا فی انہ موضوع ترکت ذکرہ للحذر من الخطر لاحتمال ان یکون موضوعا من طریق وصحیحا من وجہ اٰخر۔[2]

جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو۔ (ت)

علامہ زرقانی حدیث احیائے ابوین کریمین کی نسبت فرماتے ہیں:

قال السھیلی ان فی اسنادہ مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط، وبہ صرح فی موضع اٰخر من الروض وایدہ بحدیث ولاینافی ھذہ توجیہ صحتہ لان مرادہ من غیر ھذا الطریق ان وجد، او فی نفس الامر لان الحکم بالضعف وغیرہ انما ھو فی الظاھر۔[3]

سہیلی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جس کے تحت ضعف پر دال ہیں اور اسی بات کی تصریح الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث کے ساتھ تقویت دی اور یہ صحت حدیث کی توجیہ کے منافی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور سُنیے حدیث "صلاۃ بسواک خیر من سبعین صلاۃ بغیر سواک"[4] (مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستّر نمازوں سے بہتر ہے) ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جیّد وصحیح سندوں سے روایت کی، امام ضیاء مقدسی نے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کی اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خزیمہ و حارث بن ابی اسامہ و ابو یعلٰی و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابونعیم وغیرہم اجلّہ محدثین نے بطرق عدیدہ و اسانید متنوعہ

---

[1] حرز ثمین مع حصن حصین تعزیۃ اہل رسول اللہ عند وفاتہ نولکشور لکھنؤ ص ۴۱۰
[2] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ الدافع للوقت فی تالیف ہذا المختصر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۵۳-۵۴
[3] شرح زرقانی علی المواہب باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۱۹۹
[4] مسند احمد بن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/۲۷۲

احادیث ام المومنین صدیقہ و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و جابر بن عبداللہ و انس بن مالک و ام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تخریج کی جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعی محال، بااینہمہ ابو عمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین سے اس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

قول ابن عبدالبر فی التمہید عن ابن معین، انہ حدیث باطل، ہو بالنسبۃ لما وقع لہ من طرقہ۔[1]

یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا کہ یہ حدیث باطل ہے اُس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی۔

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔

اور سُنیے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داود ونسائی وصحیح مختارہ وغیرہا صحاح وسنن،

ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاتمنع ید لامس[ع] قال طلقہا قال انی احبہا قال استمتع بہا۔[2]

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اُسے طلاق دے دے۔ عرض کیا: میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ باسانید ثقات ومتعدد احادیث جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا "اسنادہ صالح" (اس کی سند صالح ہے۔ت) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا "رجال سندہ محتج بہم فی الصحیحین من الاتفاق والانفراد"[3] (اس روایت کے تمام راوی

ع: ای کل من سألہ شیئا من طعام او مال اعطتہ ولم ترد ہذا ہو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (م)

یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۹۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳
[2] سنن النسائی باب ماجاء فی الخلع مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۹۸/۲
[3] مختصر سنن ابی داود للحافظ المنذری باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۹/۳

ایسے ہی جس سے بخاری و مسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "لیس لہ اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا، امام اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرکے فرماتے ہیں:

لا یلتفت الی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی حیث ذکر ھذا الحدیث فی الموضوعات ولم یذکر من طرقہ الا الطریق التی اخرجھا الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر، واعتمد فی بطلانہ علی ما نقلہ الخلال عن احمد، فبان ذلک من قلۃ اطلاع ابن الجوزی وغلبۃ التقلید علیہ، حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ما جاء عن امامہ، ولو عرضت ھذہ الطرق علی امامہ لاعترف ان للحدیث اصلا، ولکنہ لم تقع لہ فلذلک لم ارلہ فی مسندہ، ولا فیما یروی عنہ ذکرا اصلا لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر سوی ما سألہ عنہ الخلال، وھو معذور فی جوابہ بالنسبۃ لتلک الطریق بخصوصھا[1] اھ ذکرہ فی اللآلی[عہ]۔

ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ انھوں نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں کیں ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے ابوالزبیر عن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں اسی پر اعتماد کرلیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے، تو یہ بات ابن جوزی کے قلتِ مطالعہ اور غلبۂ تقلید کو واضح کررہی ہے حتی کہ انھوں نے اپنے امام سے منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کرلیتے کہ حدیث کی اصل ہے لیکن ایسا نہ ہوسکا اسی وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی مسند میں نہیں آئی اور نہ ہی اُن روایات میں جو ان سے مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور امام احمد اس کے جواب میں معذور ٹھہرے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے۔ اسے لآلی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

عہ فی اواخر النکاح — باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ — کتاب النکاح — مطبوعہ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۱۰۳

(نتیجۃ الافادات) بحمد اللہ تعالٰی فقیر آستانِ قادری غفر اللہ تعالٰی لہ کے ان گیارہ افادات نے مہرِ نیم روز و ماہِ نیم ماہ کی طرح روشن کردیا کہ احادیثِ تقبیلِ ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، ان چندہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضّاع کذّاب یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکمِ وضع محض بے اصل و واجب الدفع، ولہذا علمائے کرام نے صرف لایصح فرمایا یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ ایسے مواقع میں سخت تشدّد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرّد کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکمِ وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سندِ خاص کی نسبت ہوگا نہ اصلِ حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت و انقطاع اگر ہیں تو موجبِ ضعف نہ کہ مثبتِ وضع۔ بعونہٖ تعالٰی یہاں تک کی تقریر سے موضوعیتِ حدیث کی نسبت منکرین کی ہوا خواہیاں بالا بالا گئیں، آگے چلیے وباللہ التوفیق۔

افادہ دوازدہم (تعدّدِ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہوجاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کرلیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدّت و قوت پر نہ ہو تو جبرِ نقصان ہو کر حدیث درجۂ حسن تک پہنچتی اور مثلِ صحیح خود احکامِ حلال میں حجت ہوجاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے:

تعدد الطرق[ع۱] یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن[1] — متعدد روایتوں سے آنا حدیثِ ضعیف کو درجۂ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا:

تعدد الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن[2] — طرقِ متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجۂ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر[ع۲] میں فرماتے ہیں:

لو تم تضعیف کلہا کانت حسنۃ لتعدد الطرق — اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

ع۱ اخر الفصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلٰوۃ ۱۲ منہ (باب ما لایجوز من العمل فی الصلوۃ کی فصل ثانی کے آخر میں اسے ذکر کیا ہے۔ت)

ع۲ ذکرہ فی مسئلۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ (عمامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ت)

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب ما لا یجوز من العمل فی الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸

[2] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ احادیث الحمیق مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

وکثرتھا[۱] ہوگی کہ طرق متعدد وکثیر ہیں۔

اُسی عــه میں فرمایا:

جاز فی الحسن ان یرتقی الی الصحۃ اذا کثرت طرقہ والضعیف یصیر حجۃ بذٰلک لان تعددہ قرینۃ علی ثبوتہ فی نفس الامر[۲]

جائز ہے کہ حسن کثرتِ طرق سے صحت تک ترقی پائے اور حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہوجاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوتِ واقعی پر قرینہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبرٰی عــه۲ میں فرماتے ہیں:

قد احتج جمھور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃ وبالحسن اخرٰی، وھذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبرٰی للبیہقی التی الفھا بقصد الاحتجاج لاقوال الائمۃ واقوال اصحابھم[۳]

بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرتِ طرق سے حجت مانا اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبرٰی میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین و اصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں دربارہ حدیث توسعہ عیال یوم عاشوراء امام ابوبکر بیہقی سے ناقل:

ھذہ الاسانید وان کانت ضعیفۃ لکنھا اذا ضم بعضھا الی بعض احدثت قوۃ[۴]

یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر قوت پیدا کریں گی۔

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات عــه۳ میں فرماتے ہیں:

المتروک او المنکر اذا تعددت طرقہ ارتقی

یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

عــه قالہ فی مسئلۃ النفل قبل المغرب ۱۲ منہ

عــه۲ الفصل الثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

عــه۳ باب المناقب حدیث الطیر علی حبارۃ ۱۲ منہ

---

[۱] فتح القدیر صفۃ الصلوٰۃ بحث سجود علی العمامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۶۹

[۲] فتح القدیر باب النوافل " " " " ۱/۳۸۹

[۳] المیزان الکبرٰی للشعرانی فصل ثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۸

[۴] الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۳

الی درجة الضعیف الغریب، بل ربما ارتقی الی الحسن[1]
تعدد طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔

افادۂ سیزدہم[13] (حدیث مجہول و حدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منجبر ہونے کے صالح ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انھیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہو جاتے ہیں اور حدیث کو رتبۂ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر و منجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں، فادۂ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہو گئی، امام الشافی کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابو الفرج نے حدیث:

لیث عن مجاهد عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من ولد له ثلثة اولاد فلم یسم احدهم محمدا فقد جهل[2]
حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے کام لیا۔ (ت)

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا، امام سیوطی[1] نے اس کا شاہد بروایت نضر بن شفی مرسلاً مسند حارث سے ذکر کرکے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا:

هذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس و یدخله فی قسم المقبول[3]
یہ مرسل اس حدیث ابن عباس کی تائید ہو کر اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں[2] فرماتے ہیں:

فی اسنادہ جہالة لکنه اعتضد فصار حسنا[4]
اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پاکر حسن ہو گئی۔

---

[1] لآلی کتاب المبتداء

[2] تحت حدیث ابنوا المساجد واخرجوا القمامة منها ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] التعقبات علی الموضوعات، باب المناقب، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، ص ۵۷

[2] کتاب الموضوعات، باب التسمیة بمحمد، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱/ ۱۵۴

[3] اللآلی المصنوعة، کتاب المبتداء، دار المعرفة بیروت، ۱/ ۱۰۴

[4] تیسیر شرح جامع الصغیر للمناوی حدیث ابنوا المساجد کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/ ۱۴۷

افادہ چہاردہم (حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے) حصولِ قوت کیلئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسیر میں فرمایا:

ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یتقوی بورودہ من طریقین۔[1]

یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے مگر دو سندوں سے آکر قوت پاگئی۔

اُسی میں حدیث "اکرموا المعزی وامسحوا برغامها فانها من دواب الجنة"[2] (بکری کی عزت کرو اور اس سے مٹی جھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے۔ ت) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یزید بن نوفلی کے سبب تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا:

اسنادہ ضعیف لکن یعضدہ ماقبلہ فیتعاضدان۔[3]

سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دونوں مل کر قوی ہوجائیں گے۔

جامع صغیر میں حدیث "اکرموا العلماء فانهم ورثة الانبیاء"[4] (علماء کا احترام کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ت) دو طریقوں سے ایراد کی، اوّل: ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ دوم: خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ علامہ مناوی وعلامہ عزیزی نے تیسیر و سراج المنیر میں زیرِ طریق اول کہا: ضعیف لکن یتقوی بما بعدہ[5] (ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیرِ طریق دوم فرمایا: ضعیف لضعف الضحاک بن حجرة لکن یعضدہ ماقبلہ[6] (ضحاک بن حجرة کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے۔ ت) متتبع کلماتِ علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادہ پانزدہم (اہلِ علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہوجاتی ہے) اہلِ علم کے عمل کرلینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو، مرقاۃ[عہ] میں ہے:

عہ باب ما علی الماموم من المتابعۃ اول۔ الفصل الثانی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲۰۳/۱

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۴۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹۱/۲

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲۰۳/۱

[4] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹۲/۲

[5] السراج المنیر شرح جامع الصغیر زیرِ حدیث اکرموا العلماء مطبوعہ مطبعۃ ازہریہ مصر ۲۶۰/۱

[6] " " " " " " " " " " " "

رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب والعمل علی
ھذا عند اھل العلم، قال النووی واسنادہ
ضعیف نقلہ میرک، فکأن الترمذی یرید تقویۃ
الحدیث بعمل اھل العلم، والعلم عند اللہ تعالٰی[1]
لما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انہ بلغنی
عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انہ
من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفًا، غفر اللہ
تعالٰی لہ، ومن قیل لہ غفر لہ ایضا. فکنت
ذکرت التھلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان
انوی لاحد بالخصوص، فحضرت طعاما مع
بعض الاصحاب وفیھم شاب مشھور بالکشف
فاذا ھو فی اثناء الاکل اظھر البکاء، فسألتہ
عن السبب، فقال اری امی فی العذاب، فوھبت
فی باطنی ثواب التھلیلۃ المذکورۃ لھا فضحک
وقال انی اراھا الاٰن فی حسن المآب فقال
الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ
وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث[ع۱]

یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم
کا اس پر عمل ہے سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا
کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم
سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم
اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین
ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص
ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت
ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے
لا الٰہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا جس میں کسی
کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے
ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک جوان کے کشف
کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے
سبب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں،
میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش
دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ
دیکھتا ہوں، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں
نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی تعقبات[2] میں امام بیہقی سے ناقل تداولھا الصالحون بعضھم من بعض وفی ذلک
تقویۃ للحدیث المرفوع (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع

ع۱ باب الصلوٰۃ حدیث صلاۃ التسبیح ۱۲ منہ

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل ثانی باب ما علی الماموم من المتابعۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۳/۹۰
[2] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

کو تقویت ہے) اُسی[1] میں فرمایا :

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ[1]۔

متعدد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہلِ علم کی موافقت صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشاد علما احادیث احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیثِ فضائل تو احادیثِ فضائل ہیں۔

افادہ شانزدہم[14]

(حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے پایا جائے وہ سب ایک پلّہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور، متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ (عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار۔ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں :

خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادات[2]۔

حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

---

[1] باب الصلوۃ حدیث من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر اخرجہ الترمذی وقال حسین ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی ھذا الحدیث عند اھل العلم فاشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم وقد صرح غیر واحد[3] الخ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

باب الصلوۃ کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے کہ جس نے دو نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسین نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہلِ علم کے قول کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

[2] شرح عقائد نسفی بحث تعداد الانبیاء مطبوعہ دار الاشاعت العربیہ قندھار ص ۱۰۱

[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں: الاحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد[1] (احادیث احاد دربارۂ اعتقاد ناقابل اعتماد)۔

(دربارۂ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ ان کے لیے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے۔ جمہور علما یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل ومناقب میں باتفاق علما حدیث ضعیف مقبول وکافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے یہاں باتفاق علما ضعیف[1] حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انھیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے ماننے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے۔ ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کرکے اسے پایۂ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی۔ جیسے بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ ان کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، عزیزو! مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے[2]۔ رسالہ[3] قاری و مرقاۃ و شرح ابن حجر مکی و تعقبات و لآلی امام سیوطی و قول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں اول و دوم و سوم وچہارم و دہم میں گزریں، عبارت تعقبات میں تصریح کی کہ صرف سیئ الحفظ کی حدیث فضائل اعمال میں مقبول ہے، باآنکہ اس میں ضعف راوی کے ساتھ ثقات سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے۔ امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب[4] فی معاملۃ المحبوب

---

[1] ای ولا عبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ ت)

[2] الاجماع المذکور فی تصحیح المعنی کما نحن فیہ ۱۲ منہ

[3] مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق وتنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف آجلۃ ۱۳۰۰ھ ورسالہ الاحادیث الراویۃ لمدح الامیر معاویۃ ۱۳۱۲ھ ورسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام ورسالہ ذب الاھواء الواھیۃ فی باب الامیر معاویۃ وغیرہا میں ہے وفقنا اللہ تعالیٰ بمنہ وکرمہ لتبییضہا وتبییضہا وتقریبہا ونشرہا ونفع بہا وبسائر تصانیفی اھل الاسلام بفضلہ وتقریبہا امین باعظم لقدرۃ واسع الرحمۃ امین صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم ۔ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱م۔

[4] فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء مترجم علی الکبار والصغار مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۸

میں فرماتے ہیں :

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب متقبلة محتملة علی کل حال مقاطیعها ومراسیلها لا تعارض ولا ترد ، کذلك کان السلف یفعلون[1]

فضائل اعمال وتفضیلِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ اُن کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں ، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا ۔

امام ابوزکریا نووی اربعین[2] پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوۃ[3] پھر مولانا علی قاری مرقاۃ[4] و حرزِ ثمین شرح حصن حصین[5] میں فرماتے ہیں :

قد اتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال[6] ولفظ الحرز لجواز العمل به فی فضائل الاعمال بالاتفاق[7]

یعنی بیشک حفاظ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے ۔ (ملخصاً)

فتح المبین[8] شرح الاربعین میں ہے :

لانه ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقه من العمل به ، والا لم یترتب علی العمل به مفسدة تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغه عن ثواب عمل فعمله حصل له اجره وان لم اکن قلته او کما

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

---

[6] تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا قال النووی طرقه کلها ضعیفة ۱۲ منہ (م)

[7] فی شرح الخطبة تحت قول المصنف رحمه الله تعالی انی ارجو ان یکون جمیع ما فیه صحیحا ۱۲ منہ (م)

[8] فی شرح الخطبة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

---

[1] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	فصل الحادی والعشرون	مطبعہ دار صادر مصر	۱/۱۷۸
[2] شرح اربعین للنووی	خطبۃ الکتاب	مصطفی البابی مصر	ص ۴
[3] حرز ثمین شرح مع حصن حصین	شرح خطبۃ کتاب	نولکشور لکھنؤ	ص ۲۳

قال الشارح المصنف رحمہ اللہ تعالٰی بحکایۃ الاجماع علی ماذکرہ الی الرد علی من نازع فیہ الخ[1]

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرے اس کا اجر اسے حاصل ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث کے نیچے ہیں یا جس طرح حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائے، امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر نقل اجماع علماء سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اس کا قول مردود ہے۔[1]

مقاصد حسنہ[عہ] میں ہے:

قد قال ابن عبد البر انہم یتساھلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال۔[2]

بے شک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال۔[3]

یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ امام ابو عمرو ابن الصلاح ومقدمہ جرجانیہ وشرح الالفیۃ للمصنف وتقریب النواوی اور اس کی شرح تدریب الراوی میں ہے:

واللفظ لھما یجوز عند اھل الحدیث وغیرھم التساھل فی الاسانید الضعیفۃ وروایۃ ماسوی الموضوع من الضعیف والعمل بہ من غیر بیان ضعفہ فی فضائل الاعمال وغیرھا مما لاتعلق لہ بالعقائد والاحکام وممن نقل عنہ ذلک ابن حنبل وابن مھدی وابن المبارک قالوا اذا روینا

محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد واحکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل وامام عبدالرحمن بن مہدی وامام عبداللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول، وہ فرماتے جب

عہ ذکرہ فی مسألۃ تقدیم الاورع ۱۲ منہ (م)

صاحب ورع وتقوٰی کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح المبین شرح الاربعین

[2] المقاصد الحسنۃ زیر حدیث من بلغہ عن اللہ الخ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۵

[3] فتح القدیر باب الامامۃ ، نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

31

فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا[1] اھ مختصرا۔	ہم حلال وحرام میں حدیث روایت کریں تو سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اھ مختصرا۔

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیر واحد (یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے)، وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد و امام ابن معین و امام ابن المبارک و امام سفیٰن ثوری و امام ابن عیینہ و امام ابوزکریا عنبری و حاکم و ابن عبدالبر کے اسماء و اقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔

تذییل: کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ[عـہ] میں لکھتے ہیں:

ضعاف در فضائل اعمال وفیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است الخ[2]	فضائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کررہے ہیں اس میں باتفاق علماء ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ (ت)

مظاہر حق میں زیر حدیث صلاۃ اوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کرکے لکھا: یہ حدیث اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے[3] الخ

اسی میں حدیث فضیلت شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کرکے کہا: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے[4] الخ

افادۂ مقدمہ[عـہ] فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابوزکریا نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہ کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار

عـہ نقل ھذہ العبارات الثلث محقق عصرنا ومزینۃ مصرنا تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبدالقادر البدایونی ادام اللہ تعالٰی فیضہ فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی مناع عمل المولد والقیام ۱۲ منہ (م)	یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہمارے ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی عبدالقادر بدایونی دام اللہ فیضہ نے اپنی کتاب سیف الاسلام المسلول علی مناع عمل المولد والقیام میں ذکر کی ہیں ۱۲ منہ (ت)
عـہ اول الکتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ منہ (م)	یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۸

[2] رسالہ دعائیہ مولوی خرم علی

[3] مظاہر حق باب السنن وفضائلہا مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۱/۷۶۲

[4] مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوۃ شریف باب قیام شہر رمضان مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۱/۸۴۳

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں،

قال العلماء من المحدثین والفقھاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً۔[1]

محدثین و فقہا وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائے۔ امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں،

الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[2] (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہوجاتا ہے) علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں،

یستحب ان یمسح بدنہ بمندیل بعد الغسل لما روت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرقۃ یتنشف بہا بعد الوضوء رواہ الترمذی وھو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل۔[3]

(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاء مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کرکے فرماتے ہیں،

الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال اتفاقاً

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

عہ۱ اواخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ منہ (م)

عہ۲ قبیل فصل فی حمل الجنازۃ ۱۲ منہ (م)

عہ۳ فی سنن الغسل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۷

[2] فتح القدیر فصل فی الصلاۃ علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۵/۲

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سنن الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲

ولذا قال اصحابنا ان مسح الرقبة مستحب او سنة[1]
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام جلیل جلال سیوطی[عہ۱] طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا میں فرماتے ہیں:

استحبه ابن الصلاح وتبعه النووی نظرا الی ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل الاعمال[2]
تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ انموذج العلوم[عہ۲] میں فرماتے ہیں:

الذی یصلح للتعویل علیه ان یقال اذا وجد حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل الحرمة والکراهة یجوز العمل به ویستحب لانه مامون الخطر ومرجو النفع[3]
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت کے قابل نہ ہو تو اُس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی اُمید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں اور نفع کی اُمید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف ہی سہی۔

اقول وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عہ۱ مثله بعض العصریین وهو فیما اری ثقة فی النقل ۱۲ منه (م)

عہ۲ نقله العلامة شهاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباجة حیث روی المصنف رحمة الله تعالیٰ بسنده الی ابی داود حدیث من سئل عن علم فکتمه الحدیث و للمحقق ههنا کلام طویل نقله الشارح ملخصا ونازعه بما هو منازع فیه والوجه مع المحقق فی عامة ما ذکر ولولا خشیة الاطالة لاتینا بکلامهما مع ما له وعلیه ولکن سنشیر ان شاء الله تعالیٰ الی احرف یسیر یفهم بها الصواب بعون الملک الوهاب ۱۲ منه رضی الله تعالیٰ عنه (م)

۱؎ موضوعات کبیر حدیث مسح الرقبۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۹۳

۲؎ الحاوی للفتاوی خفیا دار الفکر بیروت ۲/۱۹۱

۳؎ نسیم الریاض شرح شفا دیباچہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱/۴۳

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت وانعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہُوا، تو لاجرم ورودِ حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح ماننے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی وعلامہ قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل ومثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجۂ ترقی واولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہوتا ہے تو ثبوت اباحت بدرجۂ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد وبالا تر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب **وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب** (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ[عـہ۱] شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

الجمہور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یقم دلیل علی انتفائھا علما فیما نحن فیہ اجدر[۱]۔

جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تام نہ ہو جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابو طالب مکی قوت القلوب[عـہ۲] میں فرماتے ہیں:

الحدیث اذا لم یناقضہ کتاب وسنۃ وان لم یشھد الہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ، فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[۲]۔

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں، قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور پُرنور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

عـہ۱ سنن الفصل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ (م) سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)

عـہ۲ فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (م) اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[۲] قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱/۱۷۷

امر میں کتاب و سنت و اجماع اُمت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔

اقول اما قولہ قدس سرہ "یوجب" فلانہ یرید التاکد کما تقول لبعض اصحابک حقک واجب علی کما قال فی الدر المختار[عہ] ولان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم[1] اوان ملحظہ الی ما علیہ السادات المجاھدون من الائمۃ والصوفیۃ قدسنا اللہ تعالٰی باسرارھم الصفیۃ من شدۃ تعاھدھم للمستحبات کانھا من الواجبات وتوقیھم من المکروھات بل وکثیر من المباحات کانھن من المحرمات اوان ھذا ھو المذھب عندہ فانہ قدس سرہ فیمن یری من المجتہدین وحق لہ ان یکون منھم کما ھو شان جمیع اھل مقامہ من عیون الشریعۃ الکبری وان انتسبوا ظاھرا الی احد من ائمۃ الفتوی کما بینہ[عہ2] العارف باللہ سیدی عبدالوھاب شعرانی فی المیزان[2] واللہ تعالٰی اعلم بمراد اھل العرفان۔

اقول امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تُو اپنے کسی دوست سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسلک کی طرف اشارہ ہے جو جہاد کرنے والے سادات ائمہ و صوفیہ (اللہ تعالٰی ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں یا یہ (ابوطالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً انتساب کسی امام فتوی کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیل گفتگو کی ہے اور اللہ تعالٰی اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (ت)

عہ۱ آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م) — باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

عہ۲ فی فصل فان قال قائل فھل یجب عندکم علی المقلد الخ وفی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعۃ المطھرۃ الخ وفی غیرھما ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] درمختار — باب العیدین — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۱۱۷

[2] المیزان الکبرٰی — فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۲۲

افادۂ بست و چہارم: خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے، بھائی برادر اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہے تو تصریحات علماء درکنار خود حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ وارد وفرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعمق وتدقیق راہ نہ پائے ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون۔ بگوش ہوش سنیے اور الفاظ احادیث پر غور کرتے جائیے، حسن بن عرفہ اپنے جزء حدیثی اور ابوالشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما اور دارقطنی اور مرہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور کامل جحدری اپنے نسخہ میں اور عبداللہ بن محمد بغوی اُن کے طریق سے اور ابن حبان اور ابو عمر بن عبدالبر کتاب العلم اور ابو احمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله عزوجل شیئ فیه فضیلة فاخذ به ایمانا به ورجاء ثوابه اعطاه الله تعالٰی ذلك وان لم یکن کذلك۔[1]

جسے اللہ تبارک وتعالٰی سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اس کے ثواب کی اُمید سے اُس بات پر عمل کرے اللہ تعالٰی اُسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

یہ لفظ حسن کے ہیں، اور دارقطنی کی حدیث میں یوں ہے:

اعطاه الله ذلك الثواب وان لم یکن ما بلغه حقا۔[2]

اللہ تعالٰی اسے وہ ثواب عطا کرے گا اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ ہو۔

ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:

کان منی اولم یکن[3] (چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو)

ابن عبداللہ کے لفظ یوں ہیں:

وان کان الذی حدثه کاذبا[4] (اگرچہ اس حدیث کا راوی جھوٹا ہو)

امام احمد وابن ماجہ وعقیلی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

۱؎ کنز العمال بحوالہ حسن بن عرفہ فی جزء حدیثی حدیث ۴۳۱۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۹۱

۲؎ کتاب الموضوعات باب من بلغہ ثواب عمل عمل بہ " دار الفکر " ۳/ ۱۵۳

۳؎ " " " " " " " " "

۴؎ مکارم الاخلاق لابی الشیخ

فرماتے ہیں:

ما جاءكم عني من خير قلته او لم اقله فاني اقوله وما جاءكم عني من شر فاني لا اقول الشر[1]

تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں:

ما قيل من قول حسن فانا قلته[2]

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یوں ہے:

خذوا به حدثت به او لم احدث به[3]

اس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں۔

وفي الباب عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ت)

خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی:

رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم في الحجر فقلت بابي انت وامي يا رسول الله انه قد بلغنا عنك انك قلت من سمع حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث رجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب وان كان الحديث باطلا فقال اي ورب هذه البلدة انه لمني

میں نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سُنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اس حدیث پر باُمید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مرویات ابی ہریرہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۳۶۷
[2] سنن ابن ماجہ باب اتباع السنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۳
[3] کنز العمال بحوالہ عق الاکمال من روایۃ الحدیث حدیث ۲۹۲۱۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۲۲۹

انا قلته[1] — صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابویعلٰی اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله تعالٰی فضيلة فلم يصدق بها لم ينلها[2] — جسے اللہ تعالٰی سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اُس فضل سے محروم رہے۔

ابوعمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کرکے فرمایا:

اهل الحديث بجماعتهم يتساهلون فی الفضائل فيروونها عن كل وانما يتشددون فی احاديث الاحكام[3] — تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں اُنہیں ہر شخص سے روایت کرلیتے ہیں، ہاں احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہئے نیک نیتی سے اس پر عمل کرے اور تحقیق صحت حدیث ونظافت سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائے گا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء وامید کے کوئی معنی نہیں۔

فقول الحديث وان لم يكن ما بلغه حقا ونحوه انما يعنی به فی نفس الامر لا بعد العلم به وهذا واضح جدا فتثبت ولا تزل۔ — تو حدیث کے یہ الفاظ "اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی وہ حق نہ ہو" یا اس کی مثل دوسرے الفاظ اس سے مراد نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو،

اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی بی[4] (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة عن ابی هريرة والحاكم وصححه عن انس بن مالك (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

---

[1] فوائد العلوی

[2] مسند ابویعلٰی انس بن مالک حدیث ۳۴۳۰ مطبوعہ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ سعودی عرب ۳/۳۰۷

[3] کتاب العلم لابن عبدالبر

[4] صحیح مسلم کتاب التوبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۵۴

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معناً اسے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے "فلیظن بی ماشاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے "ان ظن خیرا فلہ وان ظن شرا فلہ"[2] (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے برائی) رواہ الامام احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب اس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزجلالہ سے اس نفع کی امید کی تو مولٰی تبارک و تعالٰی اکرم الاکرمین ہے اُس کی امید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔ وللہ الحمد فی الاولٰی والاخرۃ۔

افادۂ نوزدہم [19] (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وباللہ التوفیق، عقل سلیم بر آں نصوص و نقول کے علاوہ خود عقل بھی گواہ ہے کہ یہاں ضعیف حدیث معتبر ہو اس کا ضعف مفتقر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر غلط ہونے پر یقین تو نہیں فان الکذوب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو عمرو تقی الدین شہرزوری میں ہے:

اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد بہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور[3]

محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو یہی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب و تدریب میں ہے:

اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح — کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی

---

[1] المستدرک علی الصحیحین للحاکم — کتاب التوبۃ والانابۃ — مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان — ٤/٢٤٠

[2] مسند الامام احمد بن حنبل — مسند ابی ہریرہ — ″ بیروت — ٢/٣٩١

[3] مقدمہ ابن الصلاح — النوع الاول فی معرفۃ الصحیح — ″ فاروقی کتب خانہ ملتان — ص ٨

اسنادہ علی الشرط المذکور لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب[1] اھ ملخصا۔

اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اھ ملخصاً

(تصحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو وبالعکس) محقق حیث اطلق[علہ] فتح میں فرماتے ہیں:

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحۃ الضعیف[2]۔

حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔

اسی[علہ] میں ہے:

لیس معنی ضعیف باطل فی نفس الامر بل ما لم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحا فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینۃ تحقق ذلک وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ[3]۔

ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں ان پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے:

المحققون علی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظاھر فقط مع احتمال

محققین فرماتے ہیں صحت و حسن و ضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

علہ مسألۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

علہ مسألۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

۱؎ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الاول الصحیح مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۵، ۶۳، ۹۲

۲؎ فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

۳؎ ؍؍ باب صفۃ الصلاۃ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۲۶۶

کون الصحیح موضوعا وعکسہ کذا افادہ الشیخ ابن حجر المکی۔[1] || اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنھیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم الجلیلہ ونور قلوبنا بانوارہم الجمیلہ انھیں مقبول ومعتمد بناتے اور بصیغہ جزم وقطع حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنھیں علما اپنے زبر ودفاتر میں کہیں نہ پاتے، اُن کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن ووقیعت وجرح واہانت ہوجاتے، حالانکہ العظمۃ للّٰہ وہ حضرات اتقی للّٰہ واعلم باللّٰہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالٰی سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالٰی کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولٰکن

کل حزب بما لدیہم فرحون[2] وربك اعلم بالمھتدین[3]۔ || اور ہر ایک گروہ اپنے وجود پر خوش ہے اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان[عــه] مبارک میں حدیث

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم[4] || میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں،

ھذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین || اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

عــه فی فصل فان دل احد من العلماء فوق ھذا المیزان ۱۲ منہ (م)۔

---

[1] موضوعات کبیر لملا علی قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شیئ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۹۰

[2] القرآن ۲۳/۵۳ و ۳۰/۳۲

[3] القرآن ۶۸/۷ و ۱۶/۱۲۵ و ۶/۱۱۷

[4] المیزان الکبرٰی فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰

فهو صحيح عند اهل الکشف[1]

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

کشف الغمہ عن جمیع الامہ[عـــه] میں ارشاد فرمایا:

كان صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من صلى علی طهر قلبه من النفاق كما يطهر الثوب بالماء، وكان صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من قال صلى الله علی محمد فقد فتح علی نفسه سبعين بابا من الرحمة، والقى الله محبته فی قلوب الناس فلا يبغضه الا من فی قلبه نفاق. قال شيخنا رضی الله تعالٰی عنه هذا الحديث والذی قبله رويناهما عن بعض العارفين عن الخضر عليه الصلاة والسلام عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهما عندنا صحيحان فی اعلی درجات الصحة وان لم يثبتهما المحدثون علی مقتضی اصطلاحهم۔[2]

حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہوجائے جیسے کپڑا پانی سے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو کہے صلی اللہ علی محمد اس نے ستر دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انہوں نے سیدنا خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام، انہوں نے حضور پر نور سید انام علیہ افضل الصلٰوۃ واکمل السلام سے، یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلٰی درجہ کی صحیح ہیں، اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انہیں ثابت نہ کہیں۔

نیز میزان شریف[عـــه] میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

كما يقال عن جميع ما رواه المحدثون بالسند الصحيح المتصل ينتهی سنده الی حضرة الحق جل وعلا فكذلك يقال فيما

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل روایت کیا اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

عـــه آخر المجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

عـــه فصل فی بیان استحالۃ خروج شیئ من اقوال المجتہدین عن الشریعۃ ۱۲ منہ

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبعۃ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰

[2] کشف الغمہ عن جمیع الامۃ فصل فی الامر بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ دارالفکر بیروت ۱/۳۳۵

نقلہ اھل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ.[1] اُن کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیاء کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع واعلیٰ ہے ولہذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:

قد اخذتم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت[2]

تم نے اپنا علم سلسلۂ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام الشعرانی فی کتابہ المبارک الفاخر الیواقیت والجواھر اٰخر المبحث السابع والاربعین

اسے سیدی امام شعرانی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب الیواقیت والجواہر کی سینتالیسویں بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طرق علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکرہ فی الباب الثالث والسبعین من الفتوحات المکیۃ الشریفۃ الالٰھیۃ المکیۃ ونقلہ فی الیواقیت[3] اھ.

جیسا کہ انہوں نے فتوحات المکیۃ الشریفۃ الالٰہیۃ المکیۃ کے تہترویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پُرنور سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقۂ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ہے من شاء فلیتشرف بمطالعتہ (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس وجلیل فن مذکور

عہ فی الفصل المذکور قبل ما مر بنحوہ صفحۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی استحالۃ خروج شیئ من اقوال المجتہدین الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۵
[2] الیواقیت والجواہر باب الثالث والسابع والاربعین " " " " ۲/ ۹۱
[3] " " " " " " " " " ۲/ ۸۸
[4] المیزان الکبرٰی فصل فی استحالۃ خروج شیئ الخ " " " " ۱/ ۴۴

بمناسبت مقام بحمداللہ تعالٰی نفع رسانی برادرانِ دین کے لیے جو الفاظ قلم ہوا اُنہیں دل پر نقش کرلینا چاہیے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم ؎

خیلی قطاع الفیافی الی الحمی

کثیر وارباب الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ت)

بات دُور پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہوسکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جان نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اس فعل کو بجالاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک بات سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فاعلم وتثبت ولا تکن من المتعصبین (اسے یاد رکھو اور اس پر قائم رہو اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی و ضعف امعاء کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں سونے کی موسل سے عرق بیدمشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں کی بلیغ کرکے چٹانا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم یا الفت طبیعی کہ جب تک اس حکیم تک سند صحیح متصل کی طرح تحقیقات نہ کرے اس کا استعمال بنا حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصول طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ بتانے والوں کی سندیں ڈھونڈنے اور رجال رواۃ کی تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب ان ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراق تحقیق سے تریاق تصحیح ہاتھ آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا۔ بعینہٖ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ ان میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق کا انتظار کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہٖ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پالیا هل تربصون بنا الا احدی الحسنیین۱؎ (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ت)

افادہ بستم ۲۰ (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالٰی و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

ان انوار تجلیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اس کے آئینہ دل میں مرتسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزہ و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا:

کیف وقد قیل۔[1] (کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع مایریبک الی مالایریبک۔[2] رواہ الامام احمد وابوداود الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیح" والنسائی وابن حبان والحاکم وصححہ" وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند قوی وابونعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں۔" اسے امام احمد، ابوداود طیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا، نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو مورث شبہہ سے تو کم نہیں، تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق ہے۔ احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، ازانجملہ حدیث اجل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی

جو شبہات سے بچے اس نے اپنے دین وآبرو کی حفاظت کرلی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑجائے گا جیسے

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹

[2] مسند احمد بن حنبل مسند اہل البیت رضوان اللہ علیہم اجمعین دارالفکر بیروت ۱/۲۰۰

حول الحمی یوشك ان یرتع فیه الا وان لکل ملك حمی الا وان حمی اللہ محارمه[1]

رمنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرائے، سن لو ہر بادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے، سن لو اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔

رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما

اسے بخاری ومسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

امام ابن حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا:

مرجعهما الی شیئ واحد وهو الندب التنزیهی عن الوقوع فی الشبهات[2]

یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ کی بات میں پڑنا خلافِ اولٰی ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان یك كاذبا فعلیه كذبه وان یك صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم[3]

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر سچا ہوا تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

بحمد اللہ تعالٰی یہ معنی ہیں ارشاد امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب شریف میں فرمایا:

ان الاخبار الضعاف غیر مخالفة للکتاب والسنة لا یلزمنا ردها بل فیها ما یدل علیه[4]

ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب وسنت نہ ہوں ان کا رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن وحدیث ان کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

عــه فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (م)

اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب فضل من استبرأ لدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳
مسلم شریف باب اخذ الحلال وترك الشبهات " " " " ۲/۲۸
[2] فتح المبین شرح اربعین
[3] القرآن ۴۰/۲۸
[4] قوت القلوب باب تفضیل الاخبار الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۷۷

میں ہے، امام نووی نے اذکار میں بعبارت مذکورہ پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض[1] میں فرمایا:

اما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراہۃ بعض البیوع او الانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولکن لا یجب[1]۔

یعنی محدثین وفقہا وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال وحرام بیع نکاح طلاق وغیرہا احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط[2]۔

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اس میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ[2] میں فرماتے ہیں:

الاصح ان الوصل بین الاذان والاقامۃ مکروہ فی کل الصلوٰۃ لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب[3] والشارب من شربہ

یعنی اصح یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلق سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھا کر کہ کھانے والا کھانے سے (مغرب کے علاوہ میں) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث

عہ[1] فی شرح الحلیۃ حیث استند الامام المصنف حدیث من مثل من علو مکۃ الحدیث ۱۲ منہ

عہ[2] فی فصل سنن الصلاۃ ۱۲ منہ

عہ[3] قولہ فی غیر المغرب ھکذا ھو فی نسخ الغنیۃ ولیس عند الترمذی بل ھو مدرج فیہ نعم ھو تاویل من العبد کما قال فی الغنیۃ بعد ما نقل ما قلنا وقولہ قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب من شربہ فی المغرب ۱۲ منہ

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء تتمۃ وفائدۃ مہمۃ فی شرح الخطبۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۲

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثانی والعشرون المقلوب دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۹

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به فی مثل هذا الحکم[1]

اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

تقلیسیر (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ،

من احتجم یوم الاربعاء و یوم السبت فاصابه برص فلا یلومن الا نفسه[2]

جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سپید داغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لآلی و تعقبات[3] میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے ہیں،

سمعت ابا یعقوب سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان هذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاك والاستهانة بحدیثی فقلت تبت یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایاك والاستهانة بحدیثی (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انھوں نے توبہ کی

---

[1] امام ترمذی نے فرمایا: هو اسناد مجهول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

[2] اواخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م)
کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[3] باب الجنائز ۱۲ منہ (م)
باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل سنن الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۲۶ - ۲۷
[2] الکامل لابن عدی من ابتداء اسمعیل عبد اللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ۴/۱۴۴۶
[3] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲/۲۱۹

وسلم ما سمعت وقد عافانی اللہ تعالٰی وذھب ـــــــ آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

ذلک عنی[1]

جلیلہ (ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں) امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بلا لا، جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے، غرض لگائے، برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فریاد کی، فرمایا:

ایاک والاستھانۃ بحدیثی (دیکھو میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا)

انھوں نے منت مانی، اللہ تعالٰی اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ عزوجل نے شفا بخشی۔[2] لآلی میں ہے:

اخرج ابن عساکر فی تاریخہ من طریق ابی علی مھران بن ھارون الحافظ الرازی قال سمعت ابا معین الحسین بن الحسن الطبری یقول، اردت الحجامۃ یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احتجم یوم السبت ویوم الاربعاء فاصابہ وضح فلا یلومن الا نفسہ قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت ھذا حدیث فی اسنادہ بعض ضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاہ، فاحتجمت فاصابنی البرص، فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی فنذرت للہ نذرا لئن اذھب اللہ ما بی من البرص لم اتھاون فی خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحیحا کان او سقیما فاذھب اللہ عنی ذلک البرص۔ (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ لفظ جلیلہ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے پہلے ختم ہو جاتا ہے)

مفیدہ (بدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں) یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورثِ برص ہوتا ہے، بعض علماء نے کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث

عہ تکلم امر ۱۲ منہ (م) ـــــــ لآلی میں اس عبارت کے قریب جو پہلے گزر چکی ہے (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲/ ۲۱۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵

صحیح نہیں فوراً مبتلا ہوگئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پُرنور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرماکر حضور مبرئ الاکمہ والابرص محی الموتٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دوجہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگادیا، فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

قص الاظفار وتقلیمها سنة، وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرأی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی منامه فشکی الیه فقال له الم تسمع نهیی عنه، فقال لم یصح عندی فقال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یکفیك انه سمع، ثم مسح بدنه بیده الشریفة، فذهب ما به فتاب عن مخالفة ما سمع اھ۔[1] (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ صفحہ ۴۹۹ سے شروع ہوکر عربی عبارت سے ختم ہوا ہے)

یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہ العزیز ہیں، علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

وورد فی بعض الآثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث البرص، وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء، فتذکر ذلك، فترك، ثم رأی ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنده النهی فقصها، فلحقه ای اصابه البرص، فرأی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهیی عن ذلك۔ فقال "یا رسول اللّٰه لم یصح عندی ذلك" فقال

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہوجاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں نہی کی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کردیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنت ثابتہ ہے اور اس نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انہیں برص عارض ہوگیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل واما نظافۃ جسمہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۴۳

يكفيك ان تسمع، ثم مسح صلى الله تعالى عليه وسلم على بدنه فزال البرص جميعا، قال ابن الحاج رحمه الله تعالى فجددت مع الله توبة انى لااخالف ماسمعت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ابدا۔[1]

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تُو نے نہیں سُنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا اسے سُن لینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہوگیا۔ ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت)

سبحان اللہ! جب محلِ احتیاط میں احادیثِ ضعیفہ تو احکام میں مقبول ومعمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائدِ نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمد اللہ تعالٰی عقلِ سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعفِ حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں جنہیں باسناد کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوئیں۔ کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیمِ حدیثِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے بلا بکنے سے نجات دے۔ آمین!

افادۂ بست ویکم[21] (حدیث ضعیف پر عمل کے لیے خاص اس باب میں کسی حدیث صحیح کا آنا ہرگز ضرور نہیں)

بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محلِ فضائل میں استحباب یا موضعِ احتیاط میں کراہتِ تنزیہ ثابت کرنے کے لیے زنہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعلِ معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا وروداں احکامِ استحباب وتنزیہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے، افاداتِ سابقہ کہ جس نے ذرا بھی بگوشِ ہوش استماع کیا ہے اُس پر یہ امر شمس واَمس کی طرح واضح وروشن۔ مگر از انجا کہ مقام مقامِ افادہ ہے ایضاحِ حق کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔

اوّلاً کلماتِ علمائے کرام میں باآنکہ طبقۃً فطبقۃً اس جوشش وکثرت سے آئے، اس تقییدِ بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیشِ خویش مقید کرلینا کیونکر قابلِ قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علماء صراحۃً اس کے خلاف، مثلاً عبارتِ اذکار وغیرہا خصوصاً عبارتِ امام ابن الہمام جو نصِ صریح ہے کہ ثبوتِ استحباب کو ضعیفِ حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استحباب وانکارِ وجوب کا منشا وہی ہے کہ اس کی نہی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اجل واجلی کلام امام ابوطالب مکی جس

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار فصل فی البیع دار المعرفۃ بیروت لبنان ۴/ ۲۰۲

میں تو بالتصریح اس تقیید جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشهد له" (اگرچہ کتاب و سنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

ثالثًا علمائے نقد حدیث کا طائفہ آمد قدیم و حدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جا بجا انھوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلًا مروی نہیں۔

اقول مثلًا:

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التسبیح کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف جماعت ائمہ امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا، وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدان صحت سے مشروط فرمایا ہے،

قال روی الحاکم عنه علیه الصلاۃ والسلام ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فان صح والا فالضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال[1]

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمھاری نمازیں قبول ہو جائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ، اگر یہ روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (ت)

(۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز و تکفین قریب کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انھیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل کرلیں جبکہ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا:

لیس فی هذا ولا فی شیئ من طرق علی حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرۃ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[2]

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

---

[1] فتح القدیر — باب الامامۃ — مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۳۰۳
[2] ؍؍ — فصل فی الصلاۃ علی المیت — ؍؍ ؍؍ ؍؍ — ۲/۹۵

(۷) استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علی قاری۔

(۸) استحباب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادۂ ہفدہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامت کی نسبت علامہ حلبی کا کلام۔

(۱۰) بدعہ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحطاوی کے اقوال افادۂ بستم میں، دیدۂ گوش سامعین ہوں پیوستش تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ اطالت نہ ہو تو سو دو سو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاح واضح میں اطناب تا کے۔

رابعاً، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہفدہم و بستم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلیٰ ندا اُس کی تغلیط بتاتے ہیں کما لا یخفی علی اولی النہی (جیسا کہ صاحبِ عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسئلہ اجماعیہ کو محض لغو و مہمل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت وجود صحیح جائز ورنہ قبیح۔

اوّلاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہوگا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رَد کر دیتا ہے! ھذا لا یقول بہ جاھل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہو کر مدفوع کہ جب صحیح عمل وارد صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہرحال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارۃ اخری اظہر واجلی (ایک دوسری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُسی کی طرف مضاف ہو کر اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اس کی طرف اسناد دیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت بے معنی، مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نورِ آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہرِ نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کہیں گے یا نورِ شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لا جرم معنی مستند یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارۂ فضائل کافی و وافی۔

(تحقيق المقام وازاحة الاوهام)

ثمّ اقول تحقيق المقام وتنقيح المرام بحيث يكشف الغمام ويصرف الاوهام ان المسألة تدور بين العلماء بعبارتين العمل والقبول اما العمل بحديث، فلا يعنى به الا امتثال ما فيه تعويلا عليه والجرى على مقتضاه نظرا اليه ولا بد من هذا القيد الاخير ان لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل ففعل للامر به فى الصحيح لا يكون هذا عملا على الموضوع، واما القبول فهو ان احتمل معنى الرواية من دون بيان الضعف، فيكون الحاصل ان الضعيف يجوز روايته فى الفضائل مع السكوت فيه دون الاحكام لكن هذا المعنى على تقدير صحته انما يرجع الى معنى العمل كيف ولا منشأ لايجاب اظهار الضعف فى الاحكام الا التحذير عن العمل به بحيث لا يسوغ فلو لم يسغ فى غيرها ايضا لكان ساواها فى الايجاب فدار الامر فى كلتا العبارتين الى تجويز المشى على مقتضى الضعاف فى ما دون الاحكام فاتضح ما استدللنا به خامسا وانكشف الظلام هذا هو التحقيق بيد ان ههنا رجلين من اهل العلم زلت اقدامهما فحملا العمل والقبول على ما ليس بمراد ولا حقيقا بقبول۔

(تحقیق مقام وازالۂ اوہام)

ثمّ اقول اب ہم تحقیق مقام اور وضاحت مقصد کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک وشبہات ختم ہوجائیں گے اور وہ یہ کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضیٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجا لایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجا لانے والا حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع پر عمل نہ ہوگا قبول بالحدیث یہ ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کئے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب وضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جاسکے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل واحکام دونوں برابر ہوجائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارتوں میں اس امر پر دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرلینا جائز ہے

اب بحمد اللہ پانچواں استدلال واضح ہوگیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انھوں نے عمل بالحدیث اور قبول بالحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

احدهما العلامة الفاضل الخفاجي رحمه الله تعالٰی حيث حاول الرد على المحقق الدواني واوهم بظاهر كلامه ان مراده اذا روي حديث ضعيف في ثواب بعض الاعمال الثابت استحبابه والترغيب فيه او في فضائل بعض الصحابة او الاذكار الماثورة قال ولا حاجة الى لتخصيص الاحكام والاعمال كما توهم لظهور الفرق بين الاعمال وفضائل الاعمال اهـ[1]

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی ہیں انھوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انھیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہوگیا کہ اس کا محمل یہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار ماثورہ کے بارے میں ہو کہا، احکام واعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

اقول لو اراد الفاضل المدقق مخالفة المحقق لكان لكلامه معنى صحيح، فان الثبوت اعم من الثبوت عينا او بالاندراج تحت اصل عام ولو اصالة الاباحة فان المباح يصير بالنية مستحبا ونحن لا ننكر ان قبول الضعاف مشروط بذلك كيف ولولاه لكان فيه ترجيح الضعيف على الصحيح وهو باطل وفاقا فلو اراد الفاضل هذا المعنى لاصاب ولسلم من التكرار في قوله او الاذكار الماثورة لكنه رحمه الله تعالٰی بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد كان المحقق انما عول على هذا المعنى

اقول (میں کہتا ہوں) اگر فاضل مدقق محقق دوانی کی مخالفت ذکر نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہوجاتا ہے اور ہم قبول ضعاف کا اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے، اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آئی اور وہ بالاتفاق باطل ہے، اگر فاضل محقق بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول "او الاذكار الماثورة" کے تکرار سے محفوظ ہوجاتے لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

[1] نسیم الریاض تتمۃ وخاتمۃ مہمۃ فی الخطبۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۳

الصحیح حیث قال المباحات تصیر بالنیۃ عبادۃ فکیف ما فیہ شبھۃ الاستحباب لاجل الحدیث الضعیف۔ والحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ایضا معلوم من القواعد الشرعیۃ الدالۃ علی استحباب الاحتیاط فی امر الدین فلم یثبت شیئ من الاحکام بالحدیث الضعیف بل اوقع الحدیث شبھۃ الاستحباب فصار الاحتیاط ان یعمل بہ فاستحباب الاحتیاط معلوم من قواعد الشرع اھ ملخصا فالظاھر من عدم ارتضائہ انہ یرید الثبوت عندا محمد ویؤیدہ تشبثہ بالفرق بین الاعمال وفضائلھا فان ارادہ فھذہ جنود براھین لا قبل لاحد بھا وقد اتاک بعضھا۔

اور محقق نے اسی معنی ہی پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال ہوگا جس کے استحباب میں حدیثِ ضعیف کی وجہ سے شبہہ ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوگیا ہے اور استحباب بھی ایسے قواعدِ شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے جو امورِ دین میں احتیاط کے استحباب پر دال ہیں، پس احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیثِ ضعیف سے ثابت نہ ہوگا بلکہ حدیث استحباب کا شبہہ پیدا کردے گی لہذا احتیاط اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاط کا استحباب قواعدِ شرعیہ سے معلوم ہوا ہے اھ ملخصا ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے ثبوت سے مراد صحت لی ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انھوں نے اس پر استدلال اعمال اور فضائلِ اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انھوں نے یہی مراد لیا ہے تو دلائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عــہ ویکدرہ ایضا حمل ما قیل من عبارۃ العلماء حیث عطفوا فضائل الاعمال والترغیب علی ما ھو الظاھر من کلامھم ولفظ ابن الصلاح فی فضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترھیب وسائر ما لا تعلق لہ بالاحکام والعقائد اھ توضیح ما قیل۔ اقول بل المراد بفضائل الاعمال الاعمال التی ھی فضائل تشھد بذلک کلمات العلماء المارۃ فی الافادۃ السابعۃ عشر کقول الغنیۃ والقاری والسیوطی وغیرھم کما لا یخفی علی من لہ ادنی مسکۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات سے متبادر ہوتا ہے کہ فضائلِ اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں، ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائلِ اعمال اور ترغیب ترہیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام و عقائد سے نہیں ہے، یہ ماقیل کی وضاحت ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائلِ اعمال ہیں جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ سترھویں افادہ میں گزرا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس میں ادنٰی سا شعور ہو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

؎ انموذج العلوم للدوانی

من انی **اقول** اذن یرجع معنی العمل بعد الاستقصاء التام الی ترجی اجر مخصوص علی عمل مخصوص ای یجوز العمل بشئ مستحب معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب فالآن نتکلم عن ھذا الرجاء اھو کشئ لہ بحدیث صحیح ان ورد اصلا ودونہ فالاول باطل فان صحۃ الحدیث بفعل لا یجبر ضعف ما ورد فی الثواب المخصوص علیہ وعلی الثانی ھذا القدر من الرجاء یکفی فیہ الحدیث الضعیف ولا حاجۃ الی ورود صحیح بخصوص الفعل نعم لابد ان یکون مما یجیز الشرع رجاء الثواب علیہ وھذا حاصل بالاندراج تحت اصل مطلوب او مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان الحق مع المحقق الدوانی واللہ تعالٰی اعلم۔

ثانیھما بعض من تقدم الدوانی زعم ان مراد النووی ای بما مر من کلامہ فی الاربعین والاذکار انہ اذا ثبت حدیث صحیح او حسن فی فضیلۃ عمل من الاعمال تجوز روایۃ الحدیث الضعیف فی ھذا الباب قال المحقق بعد نقلہ فی الانموذج لا یخفی ان ھذا لا یرتبط بکلام النووی فضلا عن ان یکون مرادہ ذلک فکم بین جواز العمل واستحبابہ وبین مجرد نقل الحدیث فرق علی انہ لو لم یثبت الحدیث الصحیح و

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد اب عمل کا معنی عمل مخصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے یعنی شئی مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لئے وارد ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لئے حدیث ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لئے حدیث صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی ہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب کے تحت مندرج کا یا مباح بقصد مندوب کا تو اب واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، محقق دوانی نے انموذج العلوم میں اسے نقل کرنے کے بعد لکھا مخفی نہ رہے کہ اس عزم کا امام نووی کے کلام کے ساتھ تو کوئی تعلق ہی نہیں ہو جائیکہ انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل واستحباب عمل اور محض نقل حدیث

الحسن فی فضیلة عمل من الاعمال یجوز نقل الحدیث الضعیف فیها، لاسیما مع التنبیه علی ضعفه ومثل ذلک فی کتب الحدیث وغیرها شائع یشهد به من تتبع ذی تتبع[1]

کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے اھ (ت)

اقول لا اری احدا ممن ینتمی الی العلم ینتهی فی الغباوة الی حد یجعل روایة الضعاف مصحفا حتی مع بیان الضعف فان فیه خرقا لاجماع المسلمین وتاثیما بینا لجمیع المحدثین وانما المراد الروایة مع السکوت عن بیان الوهن فقول المحقق لاسیما مع التنبیه علی ضعفه لیس فی محله والآن نعود الی ترتیب مقالته فنقول **اولاً** هذا الذی ابدی ان سلم وسلم لم یمش الا فی نفس القبول کما اشرنا الیه سابقا فمجرد روایة حدیث لو کان عملا به لزم ان یکون من روی حدیثا فی الصلاة فقد صلی او فی الصوم فقد صام وهکذا مع ان الواقع فی کلام الامام فی کلا الکتابین انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار الیه الدوانی بقوله ان هذا لا یرتبط الخ

اقول میں نہیں سمجھتا کہ کسی اہل علم کی غباوت اس درجہ پر پہنچ چکی ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے، لہٰذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت ممنوع ہو تو درست ہے، لہٰذا محقق دوانی کا قول "لاسیما مع التنبیه علی ضعفه" عجب نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں۔ **اولاً** اگر یہ بیان کردہ قول صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پیچھے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اسی طرح روزے کے بارے میں روایت کرنے والے نے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا "ان هذا لا یرتبط الخ"

---

[1] انموذج العلوم للدوانی

وثانیا اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جواز العمل وحینئذ یکون ابطاله دلیلنا المذکور خاصا بما تقدم۔

ثانیا میں کہتا ہوں کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جوازِ عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لیے خاصا ہماری مذکورہ دلیل ہی مذکور گفتگو کے کافی ہے۔

وثالثا اذن یکون حاصل التفرقۃ ان الاحکام لا یجوز فیہا روایۃ الضعاف اصلا ولو وجد فی خصوص الباب حدیث صحیح اللھم الا مقرونۃ ببیان الضعف اما ماعداھا کالفضائل فتجوز ان صح حدیث فیہ بخصوصہ والا فلا الا ببیان وضح ماذا یصنع بالوف مؤلفۃ من احادیث ضعیفۃ رویت فی السیر والقصص والمواعظ والترغیب والفضائل والترھیب وسائر ما لا تعلق لہ بالعقد والحکم مع فقدان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببیان الوھن وھذا ما اشار الیہ الدوانی بالعلاوۃ۔

ثالثا اب حاصل فرق یہ ہوگا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جائز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزاروں کتب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیفہ مروی ہیں جو سیر، واقعات، وعظ، ترغیب، ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان ذکر کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوانی نے علاوۃ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول دع ھذہ توسع المسانید التی تسند کل ما جاء عن صحابی والمعاجیم التی تروی کل ما وقع عن شیخ بل والجوامع التی تجمع امثل ما فی الباب وان لم یکن صحیح السند ھذا الجبل الشامخ البخاری یقول فی صحیحہ **حدثنا** علی بن عبد اللہ بن جعفر ثنا معن بن عیسٰی ثنا ابی بن عباس بن سھل عن ابیہ عن جدہ

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے مخبر شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو کسی باب میں وارد شدہ احادیث میں اعلیٰ قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً حدیث کے عظیم پہاڑ امام بخاری صحیح میں کہتے ہیں ہمیں علی بن عبد اللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عیسٰی نے حدیث بیان کی ہمیں ابی بن عباس بن سہل نے اپنے باپ سے اپنے دادا سے حدیث بیان کی فرمایا

قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حائطنا فرس يقال له اللحيف[١] اھ وفي تذهيب التهذيب للذهبي خ ت ق[٢] ابي بن عباس بن سهل بن سعد الساعدي المدني عن ابيه وابي بكر بن حزم وعنه معن القزاز وابن ابي فديك وزيد بن الحباب وجماعة[٣] قال الدولابي ليس بالقوي قلت وضعفه ابن معين وقال احمد منكر الحديث[٤] اھ وكقول الدولابي قال النسائي كما في الميزان ولم ينقل في كتب من توثيقه عن احد وبه ضعف الدارقطني هذا الحديث لاجرم ان في لخص فذ فيه ضعف[٥] قال ماله في البخاري غير حديث واحد اھ قلت فانما اتقن باب عبدالله انه انما تساهل لان الحديث

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحیف تھا اھ
امام ذہبی نے تذہیب التہذیب میں لکھا کہ ابی بن عباس بن سہل بن سعد الساعدی مدنی نے اپنے والد گرامی اور ابوبکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القزاز، ابن ابی فدیک، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں، میں کہتا ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں ان کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

عنه قلت واما اخوه المهيمن فاضعف واضعف ضعفه النسائي والدارقطني وقال البخاري منكر الحديث اي فلا تحل الرواية عنه كما مر لاجرم ان قال الذهبي في اخيه ابي انه واه [illegible] اثر تقدمه عنه (م)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبدالمہیمن ہے اور وہ اضعف الضعفاء ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا، لاجرم ذہبی نے اس کے بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے اھ (ت)

---

[١] صحیح البخاری باب اسم الفرس والحمار مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۰
[٢] خ سے بخاری، ت سے ترمذی اور ق سے قزوینی مراد ہے۔
[٣] خلاصہ تذہیب التہذیب ترجمہ ۴۳۲ من اسمہ ابی مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۱/۶۲
[٤] میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ ۲۶۴ من اسمہ ابی دار المعرفۃ بیروت ۱/۷۸
نوٹ: تذہیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔
[٥] تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۰

ليس من باب الاحكام والله تعالٰی اعلم۔

بخاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث
نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث
کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ورابعاً **اقول** قد شاع وذاع ایراد
الضعاف فی المتابعات والشواھد فالقول بمنعه
فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحیح باطل صریح
وح یرتفع الفرق وینھدم اساس المسألة المجمع
علیھا بین علماء المغرب والمشرق لا اقول
من ھذا وذاك بل من ھذین الجبلین
الشامخین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا
عن شرطھما فی غیر الاصول قال الامام النووی
فی مقدمة شرحه لصحیح مسلم عاب عائبون
مسلما رحمه الله تعالٰی بروایته فی صحیحه
عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعین
فی الطبقة الثانیة الذین لیسوا من شرط الصحیح
ولا عیب علیه فی ذلك بل جوابه من اوجه ذکرها
الشیخ الامام ابو عمرو بن الصلاح (الی ان
قال) الثانی ان یکون ذلك واقعا فی المتابعات
والشواھد لا فی الاصول وذلك بان یذکر الحدیث
اولا باسناد نظیف رجاله ثقات ویجعله اصلا
ثم اتبعه باسناد آخر او اسانید فیھا بعض
الضعف علی وجه التاکید بالمتابعة او لزیادة
فیه تنبه علی فائدة فیما قدمه وقد اعتذر
الحاکم ابو عبد الله بالمتابعة والاستشھاد
فی اخراجه عن جماعة لیسوا من شرط

رابعاً میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں
احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے
لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں
حدیث ضعیف کے مطلقاً روایت کرنے کو منع کرنا صریح
باطل ہے اور اس صورت میں فرق ختم ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی
اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہو جاتی
ہے یہ میں اِس یا اُس (یعنی عام آدمی) کی بات
نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پہاڑ
بخاری و مسلم کی صحیحین کہ وہ اصول کے علاوہ میں اپنے شرائط
سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے
مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں
نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب
میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت
لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی
شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن
نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے
جنہیں امام ابو عمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ
کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں
ہے جنہیں بطور متابع اور شاہد ذکر کیا گیا ہے اصول
میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک
ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام
راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اسکے

الصحیح منهم مطر الوراق وبقیة بن الولید ومحمد بن اسحاق بن یسار وعبد الله بن عمر العمری والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم فی الشواهد فی اشباه لهم کثیرین انتهی[1] وقال الامام البدر محمود العینی فی مقدمة عمدة القاری شرح صحیح البخاری یدخل فی المتابعة والاستشهاد روایة بعض الضعفاء وفی الصحیح جماعة منهم ذکروا فی المتابعات والشواهد[2]

بلکہ بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا افادہ مقصود ہو، امام حاکم ابوعبداللہ نے مدد پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیہ بن الولید، محمد بن اسحٰق بن یسار، عبداللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد، امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعفاء کی روایات بھی آتی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں اھ (ت)

وخامسا اقول ما اخص الکلام بغیر الاصول هذه قاطبة مصحرة من سند ما مرویة فی الاصول والاحکام ان لم تروها العلماء فمن جاء بها وکم منهم التزموا بیان ماهنا، اما الرواة فلم یعهد منهم الروایة المقرونة بالبیان الا لداع خاص، وقد اکثروا قدیما وحدیثا من الروایة عن الضعفاء والمجاهیل ولم یعد ذلک قدحا فیهم ولا ارتکاب مأثم وهذا سلیمان بن عبد الرحمن الدمشقی الحافظ شیخ البخاری ومن رجال صحیحه قال فیه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

خامساً ضعیف اور غیر معتبر راوی کی روایت کی بات صرف ... سے مختص کرنے کی کیا ضرورت جبکہ کمزور وغیر صحیح روایات کا ایک ذخیرہ ہے جو اصول و احکام میں مروی ہے اگر علماء ان کو ذکر نہ کریں تو کون ذکر کریگا وہ بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام کیا، رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلفاً وخلفاً یہ معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا دیکھئے سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی جو کہ حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

---

[1] مقدمۃ للامام النووی من شرح صحیح مسلم فصل ما یعاب علی مسلم روایته ... مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] مقدمۃ للعینی صحیح بخاری ثامنا فی الفرق بین الاعتبار والمتابعة " بیروت ۱/۸

33

اروی الناس عن الضعفاء والمجہولین[1]
ولو سردت اسماء الثقات الرواۃ عن
المجروحین لکثر وطال فلیس منہم من
التزمانٔ لا یحدث الا عن ثقۃ عندہ
الا النزر القلیل کشعبۃ ومالک واحمد فی
المسند ومن شاء اللہ تعالٰی واحدا
بعد واحد ثم ھذا ان کان ففی
شیوخہم خاصۃ لا من فوقہم و
الا لما اتی من طریقہم ضعیف اصلا
ولکان مجرد وقوعہم فی السند دلیل
الصحۃ عندھم اذا صح السند الیہم
ولم یثبت ھذا الاخیر عن احد الامام
الہمام یقول لابنہ عبد اللہ
لو اردت ان اقتصر علی ما صح
عندی لم ارو من ھذا
المسند الا الشیئ بعد الشیئ
ولکنک یا بنی تعرف طریقتی فی
الحدیث انی لا اخالف ما یضعف
الا اذا کان فی الباب شیئ یدفعہ[2]
عہ
ذکرہ فی فتح المغیث واما المتقدمون

امام ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں
سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ
روایت کرنے والے ہیں اھ اگر میں ان ثقہ محدثین کے
نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت
کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا
شخص نہیں عہ جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے
روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین
مثلاً شعبہ، امام مالک اور امام احمد نے مسند میں اور کوئی
اکا دکا جس کو اللہ تعالٰی نے توفیق دی، پھر ان کے
ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس کے
اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی
نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں
آجانا صحت حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے
ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک
کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبداللہ کو
فرماتے ہیں، اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی
احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح
ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا
مگر اے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے
آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا
مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شئی ملے جو اسے

عہ اواخر القسم الثانی الحسن ۱۲ منہ (م)

[1] میزان الاعتدال ترجمہ سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی ۳۴۹۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰۳
[2] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/۹۶

فاذا عدوت امثال الكتب الثلثة للبخاري ومسلم والترمذي ممن التزم الصحة والبيان الفيت عامة المسانيد والمعاجيم والسنن والجوامع والاجزاء تنطوي في كل باب على كل نوع من انواع الحديث من دون بيان، وهذا مما لا ينكره الا جاهل او متجاهل فان ادعى مدع انهم لا يستحلون ذلك فقد نسبهم الى ارتكاب ما لا يبيحون وان زعم زاعم انهم لا يفعلون ذلك فهم يكذبهم على خلفه شاهدون وهذا ابوداود الذي لين له الحديث كما الين لداود عليه الصلاة والسلام الحديد، قال في رسالته الى اهل مكة شرفها الله تعالى ان ما كان في كتابي من حديث فيه وهن شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنده وما لم اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها اصح من بعض[1] اهـ والصحيح ما افاده الامام الحافظ ان قوله صالح في كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج او للاعتبار فما ارتقى الى الصحة ثم الى الحسن فهو بالمعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى الثاني وما قصر عن ذلك فهو الذي فيه وهن شديد[2] وهذا الذي يشهد به

روکرشیح فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی تصنیفات تو اگر آپ امثال الکتب بخاری و مسلم اور ترمذی تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت و بیان کا التزام کر رکھا ہے تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزا کے ہر ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور اگر کوئی دعوی کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابوداؤد کو ہی لیجئے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کر دی گئی جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا [illegible] مکہ شرفہا اللہ کی طرف خط میں لکھا میری کتاب (سنن ابی داؤد) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اھ اور صحیح وہ ہے جس کا امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابوداؤد کے کلام میں لفظ صالح استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ سے صالح ہے اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

---

[1] مقدمہ سنن ابی داؤد، فصل ثانی — آفتاب عالم پریس، لاہور — ص ۴

[2] ارشاد الساری بحوالہ حافظ ابن حجر — مقدمۂ کتاب — دار الکتاب العربی بیروت — ۱/۸

حفظه ويحتمل هذا ايكت عنه ابوداود غالبا[1] ا ه ومعلوم ان كتاب ابي داود انما موضوعه الاحكام وقد قال في رسالته انما لم اصنف كتاب السنن الا في الاحكام ولم اصنف في الزهد وفضائل الاعمال وغيرها[2] ا ه وقال الشمس محمد السخاوي في فتح المغيث اما حمل ابن سيد الناس في شرحه للترمذي قول السلفي على ما لم يقع التصريح فيه من مخرجها وغيره بالضعف فيقتضي كما قال الشارح في تغييره ان ما كان في الكتب الخمسة مسكوتا عنه ولم يصرح بضعفه ان يكون صحيحا وليس هذا الاطلاق صحيحا بل في كتب السنن احاديث لم يتكلم فيها الترمذي او ابوداود ولم نجد لغيرهم فيها كلاما ومع ذلك فهي ضعيفة[3] ا ه وقال في المرقاة الحق ان فيه اي في مسند الامام احمد رضي الله تعالى عنه احاديث كثيرة ضعيفة وبعضها اشد في الضعف من بعض[4] ا ه ونقل بعده عن شيخ الاسلام الحافظ انه قال ليست الاحاديث الزائدة فيه على ما في الصحيحين باكثر ضعفا من الاحاديث الزائدة في سنن ابي داود

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث کی سند ضعیف اس کے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو ایسی حدیث کے بارے میں ابوداؤد سکوت اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوداؤد شریف کا موضوع احکام ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ بات کہی ہے میں نے کتاب احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے نہیں۔ اور شمس محمد سخاوی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی۔ پس اس کا تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ یہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر سے ہمارے علم کے مطابق ان میں گفتگو کی جا سکی، باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں۔ اور مرقات میں فرمایا حق یہ ہے کہ امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مسند میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں اھ اور مرقاۃ اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس میں یعنی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر زائد احادیث

---

[1] سیر اعلام النبلاء ترجمہ ۱۲۶ ابوداؤد بن اشعث مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/ ۲۱۳

[2] رسالہ مع سنن ابی داؤد الفصل الثانی فی الامور التی تتعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵

[3] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی القسم الثانی الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/ ۱۰۱ و ۱۰۲

[4] مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۳

والترمذي فيها، وبالجملة فالسبيل واضح لمن اراد الاحتجاج بحديث من السنن لا سيما سنن ابن ماجة ومصنف ابن ابي شيبة وعبد الرزاق مما الامر فيه اشد او بحديث من المسانيد لان هذه كلها لم يشترط جامعوها الصحة والحسن وتلك السبيل ان المحتج ان كان اهلا للنقد والتصحيح فليس له ان يحتج بشئ من القسمين حتى يحيط به وان لم يكن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح او تحسين قلده والا فلا يقدم على الاحتجاج فيكون كحاطب ليل فلعله يحتج بالباطل وهو لا يشعر اھ[1] وقال الامام عثمان الشهرزوري في علوم الحديث حكى ابو عبد الله بن منده الحافظ انه سمع محمد بن سعد الباوردي بمصر يقول كان من مذهب ابي عبد الرحمن النسائي ان يخرج عن كل من لم يجمع على تركه، قال ابن منده وكذلك ابوداؤد السجستاني ياخذ ماخذه ويخرج الاسناد الضعيف اذا لم يجد في الباب غيره لانه اقوى عنده من رأى الرجال اھ[2] وفيها بعد، ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں تحسین پر زائد احادیث سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقد و تصحیح کا اہل ہے تو اس کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست ہوگا جب ہر ایک سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ استدلال سے پیچھے رہے ورنہ وہ رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا۔ ہو سکتا ہے وہ باطل کے ساتھ استدلال کرے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اھ اور امام عثمان شہرزوری نے علوم حدیث میں فرمایا: ابو عبد اللہ بن منده حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبد الرحمن نسائی کا مذہب یہ ہے کہ وہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو" ابن منده نے کہا اسی طرح ابو داؤد سجستانی اسی کے ماخذ کو لیتے اور سند ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ کوئی دوسری سند موجود نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک لوگوں کی

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح شروط البخاری ومسلم الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۳

[2] مقدمۃ ابن الصلاح النوع الثانی فی معرفۃ الحسن مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

في التقريب والتدريب وهذا لفظهما مصحح اما مسند الامام احمد بن حنبل وابي داؤد الطيالسي وغيرهما من المسانيد كمسند عبيد الله بن موسى واسحٰق بن راهويه والدارمي وعبد بن حميد وابي يعلى الموصلي والحسن بن سفين وابي بكر البزار فهؤلاء عادتهم ان يخرجوا في مسند كل صحابي ما رووه من حديثه غير مقيدين بان يكون محتجا به اولا[1] الخ وفيه اعني التدريب قيل ومسند الدارمي فيه الصحيح من غيره قال العراقي ولم يفعل ذلك الا قليلا[2] وفي البناية[عه] شرح الهداية للعلامة الامام البدر العيني الدارقطني كتابه مملوء من الاحاديث الضعيفة والشاذة والمعللة وكم فيه من حديث لا يوجد في غيره[3] اھ وذكر اشد منه للخطيب ونحوه للبيهقي وفي فتح المغيث[عه۲] يقع ايضا في صحيح ابي عوانة الذي عمله مستخرجا على مسلم احاديث

راسخ و قیاس سے قوی ہے اھ اور اسی میں تھوڑا سا بعد میں ہے پھر تدریب و تقریب میں ہے اور یہ الفاظ تلخیصاً دونوں کے ہیں، مسند امام احمد بن حنبل، ابو داؤد طیالسی اور ان کے علاوہ دیگر مسانید مثلاً مسند عبید اللہ بن موسٰی، مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند دارمی، مسند عبد بن حمید، مسند ابو یعلی موصلی، مسند حسن بن سفیان، مسند ابو بکر بزار، ان تمام کا طریقہ یہی ہے کہ مسند میں ہر صحابی سے مروی حدیث بیان کر دیتے ہیں اس قید کے بغیر کہ وہ قابلِ استدلال ہے یا نہیں اھ اور اسی یعنی تدریب میں ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ مسند دارمی ہے جس میں صحیح احادیث کو غیر صحیح سے جدا بیان کیا جاتا ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ ایسا انھوں نے بہت کم کیا ہے۔ امام بدر الدین عینی نے ہدایہ کی شرح بنایہ میں تصریح کی ہے کہ دارقطنی کی کتاب احادیث ضعیفہ، شاذہ اور معللہ سے پُر ہے اور بہت سی احادیث اس میں ایسی ہیں جو اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں اھ اور خطیب کے لیے اس سے بڑھ کر شدت کا ذکر ہے اور اسی کی مثل بیہقی کے لیے ہے اور فتح المغیث میں ہے کہ صحیح ابو عوانہ جو مسلم پر احادیث کا

عه في مسئلة الجهر في الصلاة ۱۲ منه (م)
بسم اللہ کو جہراً پڑھنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)

عه۲ في التصحيح الزائد على الصحيحين ۱۲ (م)
صحیحین پر زائد صحیح کے بیان میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] تدریب الراوی شرح التقریب النواوی مرتبۃ المسانید من الصحۃ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۷۱
[2] " " " " " " " اول من صنف مسندا ۱/۱۴۳
[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد ۱/۲۴۸

كثيرة زائدة عن اصله وفيها الصحيح والحسن بل والضعيف ايضا فينبغي التحري في الحكم عليها، اه‍ ونصوص العلماء في هذا الباب كثيرة جدا وما اوردنا كاف في افادة ما قصدنا، وبالجملة فروايتهم الضعاف من دون بيان في كل باب وان لم يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر وانما اطنبنا ههنا لما شممنا خلافه من كلام بعض الجلة، والحمد لله على كشف الغمة وتثبيت القدم في المزلة فاستبان ان لو كان المراد ما زعم هذا الذي نقلنا قوله لكانت التفرقة بين الاحكام والفضائل قد انعدمت والمسألة الاجماعية من اساسها قد انهدمت هذا اوجه ولئن تنزلت مسلك امراء العنت وتقول على وجه التشقيق ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقا هل يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد رووا الضعيف ساكتين في الاحكام ايضا عند وجود الصحيح فاين الفرق وان لم يوجد فالامر اشد فان النبأ منتج الى انهم يعمدون سرق الاسانيد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائد احادیث نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہیے اھ علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور جو ہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر بیان کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلّم ہے نہ اسے رد کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے، ہم نے یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا، اللہ تعالٰی کے لیے ہی حمد ہے جس نے تاریکی دور کر دی اور پھسلنے کے مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر ان کی مراد وہی ہو جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور فضائل کے درمیان فرق ختم ہو گیا اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم ہو گئی ایک تو یہ جواب ہے اور ایک دوسری آسان راہ اختیار کرتے ہوئے علی وجہ التشقیق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مروی ہوں دیکھا جائے گا اس میں کوئی صحیح حدیث پائی جاتی ہے یا نہیں اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آئے گا کہ انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے ہوئے سکوتاً روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟ اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سرقِ سند کو ہی بیان

لہ فتح المغیث الصحیح الزائد علی الصحیحین دار الامام الطبری بیروت ۱/۴۲

ثالثاً لو کان الاسناد ھو البیان المراد لاستحال روایة شیئ من الاحادیث منفکا عن البیان فان الروایة لاتکون الا بالاسناد، قال فی التدریب حقیقة الروایة نقل السنة ونحوھا واسناد ذلک الی من عزی الیه بتحدیث واخبار وغیر ذلک[1] اھ وقال الزرقانی[عـه] تحت قول المواھب روی عبدالرزاق بسندہ ای بسندہ ایضاحا والا فھو مدلول روی[2] اھ وقال ایضا[عـه۲] تحت قوله روی الخطیب بسندہ ایضاحا فھو عندھم مدلول روی[3] اھ واذا انتھی الکلام الی ھنا واستقر عرش التحقیق بتوفیق اللہ تعالی علی ماھو مرادنا فلنعد الی ماکنا فیه حامدین للہ تعالی علی منه الجزیلة الی کل نبیه و مصلین علی نبیه الکریم وآله وصحبه وسائر محبیه۔

ثالثاً اگر سند بیان مراد ہی ہو تو بیان کے بغیر کوئی حدیث مروی ہی نہ ہوگی کیونکہ روایت میں سند تو ضروری ہے، تدریب میں ہے کہ حقیقت روایت سنت وغیرہ کا نقل کرنا اور اس بات کی سند کا ذکر کرنا ہے کہ یہ فلاں سے بیان کی یا فلاں نے اس کی اطلاع دی وغیرہ ذلک اھ زرقانی نے مواہب کی عبارت "روی عبدالرزاق بسندہ" کے تحت کہا کہ بسندہ کا لفظ صرف وضاحت کے لیے ہے ورنہ وہ "روی" کا مدلول ہے اھ اور مواہب کی عبارت "روی الخطیب بسندہ" کے تحت یہی بات زرقانی نے کہی کہ "بسندہ" وضاحت ہے تو ان کے ہاں لفظ "روی" کا مدلول بھی یہی ہے اھ جب ہماری یہ گفتگو مکمل ہو چکی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق قائم ہو چکی اس طور پر جو ہماری مراد تھی، اب ہم واپس اس مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں جو ہمارا موضوع تھا اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمتوں پر حمد کرتے ہوئے جو اس نے اپنے ہر نبی کو عطا کی ہیں، اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے نبی کریم اور آپ کی آل واصحاب اور باقی محبین پر۔ت

افادہ بست و دوم: ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا دربارہ احکام

عـه اوائل الکتاب عند ذکر حسن نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ۱۲ منه (م)

عـه۲ فی ذکر ولادته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ۱۲ منه (م)

[1] تدریب الراوی شرح التقریب خطبة المؤلف / وفیما فوائد / حد علم حدیث مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۴۰

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ له علیه الصلوٰۃ والسلام مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۱/۵۵

[3] " " " " ذکر تزویج عبداللہ آمنہ " " " ۱/۱۳۲

حجت بنانا نہیں، جس نے افادات سابقہ کو بنظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے
کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد
کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب
تنزیہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارشادات اقدس کیف وقد قیل وغیرہا احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیور گوش
سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس لحاظ سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط
پر باعث ہوئی آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب
مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو بوجہ ضعف باعث کراہت و مندوبیت
جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے **اقول** تا بہ زیادہ کردہ ضعیف وہ بھی بذاتہ
بلکہ بلحاظ امکان صحت ترجی و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر کسی کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کر دیں بجا ہے مدعی ثبوت
بالضعیف میں بھی استحباب تو انہی معنی سے صادق ہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو
اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استواء کے وقت
بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہم ہرگز اُس کی بنا پر ان خاص اوقات میں اس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف
سے ثابت کریں گے اور شارع اثبات یہیں ہوں کہ دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی
اسی وجہ سے ہم حرمت نہ ہوگی مثلاً مقررہ اوقات کے سوا کسی وقت میں اور نسبی یا معین رشتوں کے علاوہ کسی
رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم
آئے گی بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارۂ احکام حلال و حرام مقبول نہیں۔

ثم اقول اصل یہ ہے کہ حجت صرف وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے
خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا و لہذا شرع مطہر میں گواہ اسی کے مانے جاتے ہیں جو خلاف
اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دماء و فروج و مضار و خبائث تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے
جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حقیقۃً غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے۔

هذا تحقیق ما اسلفنا فی الافادۃ السابقۃ عن المحقق الدوانی، وهذا هو معنی ما نص علیه الامام ابن دقیق العید و سلطان العلماء عزالدین بن عبد السلام وتبعهما شیخ الاسلام الحافظ وتلمیذہ السخاوی

یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادۂ سابقہ میں محقق دوانی کے حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عزالدین بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

فی فتح المغیث وفی القول البدیع والسیوطی فی التدریب والشمس محمد الرملی فی شرح المنهاج النووی، ستتهم من الشافعیۃ، ثم اثرہ عن الرملی العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلائی فی الدر المختار واقراھما ومحشو الدر الحلبی والطحطاوی والشامی فیہا وفی منحۃ الخالق خمستہم من الحنفیۃ، من اشتراط العمل بالضعیف باندراجہ تحت اصل عام ھو اذا حققت لیس تقییدا زائدا بل تصریح بمضمون ما نصوا علیہ ان العمل بہ فیما وراء العقائد والاحکام، کما اوضحناہ لک وبہ رددنا اوھام بعد اوھام من ظن انہا تأذن بعدم الکلام فی الاعمال الثابتۃ بالصحاح، کیف ولو کان کذلک لما احتیج الی ھذا الاشتراط کما لا یخفی واللہ الہادی الی سوی الصراط۔

فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدریب میں، شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج نووی میں اسے نقل کیا ہے یہ چھ شوافع میں سے ہیں۔ پھر رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں اور محقق ومدقق العلائی نے درمختار میں اسے نقل کیا اور اسے ان دونوں نے اور درمختار کے محشین حلبی، طحطاوی اور شامی نے اپنے حواشی درمنحۃ الخالق میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد واحکام کے علاوہ میں کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علما کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہوتا تو یہ شرط لگانے کی ضرورت ہی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور اللہ تعالٰی سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال وحرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علماء ناجائز محض مغالطہ فریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حدیث ضعیف کو حلال وحرام میں حجت نہیں مانتے صدہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز واستحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ مقدم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی اباحت تو بدرجہ اولٰی ولکن الوہابیۃ لا یسمعون واذا سمعوا لا یعقلون ربنا فی امانک لعفو و

لعافیۃ امین (وہ اپنی تو نشانی ہی نہیں، مٹنے ہیں تو مٹتے نہیں، اے میرے رب! میں تجھ سے عفو و عافیت کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ ت)

افادہ بست وسوم (ایسے موقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)

اقول اوّلاً جمہور علماء کے عام کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لئے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو۔ فتح القدیر[1] و الغیث عراقی و شرح الفیۃ المصنف میں غیر الموضوع (موضوع کے علاوہ ہو۔ ت)، مقدمہ ابن الصلاح و تقریب[2] میں ما سوی الموضوع[2] (موضوع کے سوا ہو۔ ت)، مقدمہ سید شریف[3] میں دون الموضوع[3] (موضوع نہ ہو۔ ت)، حلیہ[4] میں الذی لیس بموضوع[4] (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ ت)، اذکار[5] میں ان علماء سے اجماع نقل فرمایا کہ ما لم یکن موضوعًا[5] (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ ت)، یونہی[6] امام ابن عبدالبر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ وہ فضائل میں کل (محدثین سا کو تمام) سے روایت کرتے ہیں۔ ت، یہ سب عبارات بلفظہا یا بمعنٰی افادات سابقہ میں گزریں، زرقانی شرح[7] مواہب میں ہے عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد ما لم یکن موضوعًا[7] (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں تساہل کرتے ہیں جب تک موضوع نہ ہو۔ ت) یونہی[8] علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں فرماتے ہیں،

عـہ۱: ذکرہ عند ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تحت حدیث مناغاۃ القمر لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔ (ت)

عـہ۲: نقلہ وما سیاتی من عیون الاثر نصہ الاٰنسی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی ان کو شیخ معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

۲؎ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۴۹

۳؎ مقدمہ سید شریف

۴؎ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

۵؎ الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۷

۶؎ کتاب العلم لابن عبدالبر

۷؎ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱/۱۴۲

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا[1]۔

تو مخفی نہیں کہ اصحاب سیر ہر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط مستقیم میں فرماتے ہیں[2]:

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجہت سوء حفظ بعض رواۃ یا اختلاط یا تدلیس بود باوجود صدق و دیانت منجبر میگردد بتعدد طرق و اگر از جہت اتہام کذب راوی باشد یا شذوذ بمخالفت احفظ و اضبط یا بقوت ضعف مثل فحش غلط اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر نمیگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول[2]۔

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سوء حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعدد طرق سے پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر تہمت کذب کی وجہ سے ہو یا احفظ و اضبط راوی کی مخالفت کسی جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلط ہو تو اب تعدد طرق سے اس کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں معمول ہے۔ (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم، اس کے بعد یہی کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے، ائمہ شان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب بلکہ کذاب کہا، کذبہ ابن حبان والجوزجانی وقال البخاری ترکہ یحیی وابن مھدی وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحیی اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متھم بالکذب ورمی بالرفض[3] (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے رفض کی

---

[1] انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲
[2] شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۳
[3] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۹۸

طرف منسوب کیا گیا ہے۔ت) بالجملہ عامۂ کتب سیر و تفاسیر اس کی اور اس کے امثال کی روایات سے مالامال ہیں علمائے دین ان امور میں انھیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے:

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین وشعبۃ وجماعۃ ورضوہ فی التفسیر واما فی الحدیث فعندہ مناکیر[1]

ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جن کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلق روایات ان کے نزدیک مناکیر ہیں۔(ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں:

غالب ما یروی عن الکلبی انساب واخبار من احوال الناس وایام العرب وسیرھم وما یجری مجری ذلك مما سمح کثیر من الناس فی حملہ عمن لایحمل عنہ الاحکام وممن حکی عنہ الترخیص فی ذلك الامام احمد[2]۔

کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عرب کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔(ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے جیسی و چناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروك مع سعۃ علمہ[3] (علم وسعت کے باوجود متروک ہے۔ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر[4] (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ت) بالجملہ یہ جرح شدید ماننے والے

عــہ حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کا متنہ بنزبجماعۃ

جہاں انھوں نے "باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء" میں واقدی سے نقل کیا کہ بغاعۃ (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] میزان الاعتدال نمبر ۷۵۷۴، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۵۵۸

[2] عیون الاثر ذکر الاجوبۃ عماری بہ مطبوعہ دارالحضارۃ بیروت ۱/ ۲۴

[3] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۳۱۲-۳۱۳

[4] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹

بھی کہیں سیر و مغازی واخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کہ لا یخفی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ت) میزان میں ہے :

کان الی حفظہ المنتہی فی الاخبار والسیر والمغازی والحوادث وایام الناس والفقہ وغیر ذلک[1]	یہ اخبار و احوال، علم سیر و مغازی، حوادثات زمانہ اور اس کی تاریخ اور علم فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر اور حافظ ہیں۔(ت)

رابعاً بلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا روی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اشیاء موضوعۃ (انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انھیں بلال نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعلّت مذکورہ درج موضوعات کیا اس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ و ہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سوا اسے طعن بلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی افادہ فہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع و وضاع ہی کا درجہ ہے اب یہ بات خوب کھل [illegible] متروک کو تھا شدید ضعف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریق للماء الی البساتین وھذا تقوم بہ الحجۃ عند ما اذا وثقنا الواقدی واما عند المخالف فلا لتضعیفہ ایاہ اھ وقال فی فصل فی الآثار قال فی الامتاع جمعہ شیخنا ابوالفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفہ و من وثقہ ورجح توثیقہ وذکر الاجوبۃ عما قیل فیہ اھ[2] ۱۲ منہ (م)	کے کنویں سے باغوں کو پانی دیتا، تھا ہمارے نزدیک حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی توثیق کردی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور "فصل فی الآثار" میں کہا کہ امتاع کے بارے میں ہمارے شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب مغازی والسیر میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی

یا تضعیف کی گئی اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال نمبر ۷۹۹۳ ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۳/۶۶۳
[2] و [3] فتح المغیث مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۹۶ و ۲۹۵

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی گوارائی ہے وللہ الحجۃ السامیہ۔

خامساً اور سُنیے وضو کے بعد اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابو اللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائلِ اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے۔

امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاۃ شہاب الدین الشہیر بابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی عن ھذہ الحملۃ فاجاب بما نصہ الاحادیث التی ذکرھا الشیخ ابو اللیث نفعنا اللہ تعالٰی ببرکتہ ضعیفۃ والعلماء یتسامحون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل بہ فی فضائل الاعمال ولم یثبت منہا شیئ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامن قولہ ولا من فعلہ[1]۔

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاۃ شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابو اللیث اللہ تعالٰی ان کی برکت سے نفع عطا فرمائے نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہوا ہو۔

سادساً حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جُھک جاتا، کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ، امام ابو عثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے کتاب المائتین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، اُس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا: احادیثہ باطلۃ تدل علی کذبہ[2] (اس کی احادیث باطل اس کے کذب پر دال ہیں۔ ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا: ھذا حدیث غریب الاسناد

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۹۶ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۸۱

والمتن وھو فی المعجزات حسن[1] (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب با اینہمہ معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرٰی، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیک الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدو عدو اللہ وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یبیتہ معہ فی البیت[2] (مرغ سپید میرا خیرخواہ اور میرے دوست کا خیرخواہ، اللہ تعالٰی کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسے شب کو مکان خوابگاہ قدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے، کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد فیہ کذاب[3] (اس کی سند میں کذاب ہے، باوصف اس کے فرمایا) فیندب فعل ذلک تأسیا بہ[4] (جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو یہیں باقتدا سے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت ملیں) وھذا الاخیر قد بلغ النھایۃ وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ (یہ آخری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر دیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث [illegible] خصوصاً حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذبا (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمالِ صدق ونفع یہ صورت ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قصیدہ دلیل ہے اور یہی کلام وعمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعتہ مرارا یقول ذلک (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قول شدید الضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد یہی حافظ ہے نقل محقق [illegible]، شامی[عــــہ] نے فرمایا طحطاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا۔

عــــہ فی مستحبات الوضوء ۱/۸۴ (شامی نے مستحبات الوضو میں فرمایا ۱۲ منہ ت)

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد والمتن المکتب الاسلامی بیروت ۱۵۴/۱

[2] کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابیض دار الفکر بیروت ۳/۳

[3] التیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

شدید الضعف هو الذی لا یخلو طریق من طرقه عن کذاب او متهم بالکذب[1]

شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو۔

یہاں صرف انھیں دو کو شدتِ ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا:

یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتهمین بالکذب ومن فحش غلطه[2]

وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب اور متہم بالکذب میں منفرد ہو یا جو فحش الغلط ہو۔ (ت)

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا:

ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتهمین ومن فحش غلطه[3]

یہ کہ اس میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور متہمین سے ہو اور فحش الغلط ہو۔ (ت)

عـه وهکذا عزا بعض معاصرینا وهو المولوی عبد الحی اللکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب و القول البدیع حیث قال الشرط للعمل بالحدیث الضعیف ثلث شروط علی ما ذکره السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع وغیرهما الاول عدم شدۃ ضعفه بحیث لا یخلو طریق من طرقه من کذاب او متهم بالکذب اھ اقول لکن سمعت نصی التدریب و القول البدیع فیظهر لك ان وقع هٰهنا فی النقل منهما تقصیر شنیع فلیتنبه ۱۲ منه رضی اللہ تعالٰی عنه

ہمارے معاصرین میں سے مولوی عبد الحی لکھنوی نے ظفر الامانی میں "التدریب" اور "القول البدیع" کی طرف ایسے ہی منسوب کیا ہے انھوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ سیوطی نے "شرح تقریب النووی" اور سخاوی نے "القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیں، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو یعنی اس کے تمام طرق کذاب و متہم بالکذب سے خالی نہ ہوں اھ اقول ابھی ابھی ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی عبارت سنا چکے جس سے آپ کو معلوم ہو چکا کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد ہوئی ہے غور کرنا چاہئے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] رد المحتار مستحبات الوضوء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۵

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی ؍؍ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۹۸

[3] نسیم الریاض شرح الشفا مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۳

یہاں کاتب نے زیادت توسیع کا پتا دیا، تحدید اول پر تو مسئلہ قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذابین و متہمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کرسکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جمہور علماء و خود امام الشان سے بعید و رنگ شاذ بظاہر ابعد ہے، ہم ابھی روشن بیان سے واضح کرچکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالٰی ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کرچکے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہرگز ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں، ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب، نہ ضعف شدید، والحمد للہ العلی المجید۔ "ھذا" (اسے یاد رکھو)

وقد كنت كتبت ههنا على هامش فتح المغيث كلاما يتعلق بالمقام احببت ايراده تتميما للمرام، فذكرت اولا ما عن الشامي عن الطحطاوي عن ابن حجر ثم ايدته باطلاق العلماء ثم اوردت ما عن النسيم عن السخاوي عن الحافظ ثم قلت ما نصه۔

اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمام مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحطاوی سے اور انھوں نے ابن حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے، انھوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

اقول وهذا كما ترى مخالف لاطلاق ما مر عن النووي عن العلماء قاطبة، وللتحديد ما مر عن الطحطاوي عن شيخ الاسلام نفسه لكن يظهر لي دفع التخالف عن كلامي شيخ الاسلام بانه ههنا ذكر التفرد وفيما سبق قال "لا يخلو طريق من طرقه"، فيكون الحاصل ان شديد الضعف بغير الكذب والتهمة لا يقبل عنده في الفضائل حين التفرد، اما اذا كثرت طرقه فيبلغ درجة يسير الضعف في خصوص قبوله في الفضائل، بخلاف شديد الضعف بالكذب والتهمة فانه وان كثرت طرقه التي لا تقويه بان يخلو

اقول جیسا کہ تمھیں معلوم ہے یہ بات امام نووی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحطاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہورہی ہے وہ یہ کہ یہاں انھوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انھوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں لیکن جب وہ کثرت طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

شیء منه من کذاب او متهم لم یبلغ تلك الدرجة، ولا یعمل به فی الفضائل، وهذا هو الذی یعطیه کلام السخاوی فیما مر حیث جعل قبول ما فیه ضعف شدید مطلقا ولو بغیر کذب فی باب الفضائل موقوفا علی کثرة الطرق، لکنه یخالفه فی جملة واحدة، وهو حکمه بالقبول بکثرة الطرق فی الضعف بالکذب ایضا کما تقدم، وهو کما تری مخالف لصریح ما نقل عن شیخ الاسلام وعلی کل فلم یرتفع مخالفة نقل شیخ الاسلام عن العلماء جمیعا لنقل الامام النووی عنهم کافة، فانهم لم یشرطوا لقبول فی الفضائل فی شدید الضعف کثرة الطرق ولا غیرها سوی ان لا یکون موضوعا، فصریح ما یعطیه کلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلا، وان تعدد ولم یکثر طرقه، فافهم، وتامل، فان المقام مقام خطأ وزلل، والله المسؤول لکشف الحجاب، وابانة الصواب الیه المرجع والیه المآب. هـ. ما اردت نقله مما علقته علی الهامش.

جائیگی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی اس کے برخلاف جو کذب اور تہمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرت طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متہم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا وہاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو۔ لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آڑے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا گزر رہا ہے علاوہ ازیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحۃً خلاف ہے۔ بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا موقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہا کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو۔ ان کے کلام کا صریح ماحصل یہ ہے کہ شدت فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متعدد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے۔ غور و تامل کرو، کیونکہ یہ مقام مخفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے۔ پردوں کو ہٹانے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہو گیا۔ (ت)

فان قلت هذا قید زائد افاده

اگر اعتراض کے طور پر کہا جائے کہ امام شیخ الاسلام

اما من قال بحمل الاطلاق فيتهم عليه دفعاً للتعارض بين النقلين قلت نعم لولا ان ما ذكروا من الدليل عليه لا يلائم سريان التخصيص اليه، وكيف ونحن نشاهدهم يعملون مع شدة الضعف ثم يقبلون، وبالجملة فالاطلاق هو الاوفق بالدليل والالصق بقواعد الشرع الجليل فنود ان يكون عليه التعويل والعلم بالحق عند الملك الجليل۔

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاقات کو محمول کیا جا سکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہو سکتا ہے **قلت** (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پاکر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق کی قید نہ لگانا) دلیل کے زیادہ موافق اور قواعد شرع جلیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

فائدة جليلة (فائدہ جلیلہ)

في احكام انواع الضعيف واقسام ضعفه، هذا الذي اشرت اليه من كلام السخاوي وغيره والمتقدم هو قوله مع متنه في بيان الحسن: ان لم يكن ضعف الحديث لكذب او شذوذ بان خالف من هو احفظ او اكثر او قوي الضعف بغيرهما فلم يجبر ولو كثرت طرقه لكن بكثرة طرقه يرتقي عن مرتبة المردود المنكر الى مرتبة الضعيف الذي يجوز العمل به في الفضائل وربما تكون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطريق التي فيها ضعف يسير بحيث لو فرض مجيء ذلك الحديث باسناد فيه ضعف يسير كان مرتقيا بها الى مرتبة الحسن لغيره۔[1] ملخصا۔

فائدہ جلیلہ (ضعیف حدیث کے احکام، اقسام اور اس کی اوپر تلے کے بیان میں)

امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ مع متن، حدیث حسن کے بیان میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے خلاف ہو، یا ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو، یہ ضعف کثرت طرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا، لیکن کثرت طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود و منکر کے مرتبہ سے ترقی کرکے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/۸۳

معمول کردہ طریقے جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کرلی جائے تو درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہوجاتی ہے، ملخصاً۔ (ت)

ورأيتني علّقت عليه ههنا ما نصه

اقول حاصل ما تقرر وتحرر ههنا مع زيادات نفيسة منا ان الموضوع لا يصلح لشیئ اصلا ولا ينجبر جرحه به ولو كثرت طرقه ما كثرت، فان زيادة الشر لا يزيد الشيئ الا شرا، وايضا الموضوع كالمعدوم والمعدوم لا يتقوى ولا يقوى، ومنه عند جمع منهم شيخ الاسلام ما جاء برواية كذاب وعند آخرين منهم خاتم الحفاظ ما اتى من طريق المتهمين، وسوّاهما السخاوى بشديد الضعف الآتى لما به ... وعندهم لا يثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به كذاب او وضاع كما نص عليه فى هذا الكتاب، وهو عندى مذهب قوى اقرب الى الصواب، اما ضعف بغير الكذب والتهمة من ضعف شديد مخرج له من حيز الاعتبار كفحش غلط الراوى فهذا يعمل به فى الفضائل على ما يعطيه كلام عامة العلماء وهو الا قعد بقضية الدليل والقواعد، لا عند شيخ الاسلام على احدى الروايات عنه ومن تبعه كالسخاوى الا اذا كثرت طرقه التى قطعته عن درجة الاعتبار فحينئذ يكون مجموعها كطريق واحد صالح له فيعمل بها فى الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اسی مقام پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے **اقول** ہماری زائد ابحاث کے ساتھ جو بیان ثابت اور واضح ہوچکا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کار آمد نہیں، اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہوسکتا کیونکہ شر کی زیادتی سے شر مزید بڑھتا ہے، نیز موضوع، معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہوسکتی ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم وہ ہے جس کو ایک جماعت نے جس میں شیخ الاسلام بھی ہیں نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ روایت کریں اور ایک دوسری جماعت جس میں سے خاتم الحفاظ بھی ہیں نے بیان کیا ہے کہ "موضوع" وہ ہے جس کو متہم بالکذب روایت کریں۔ امام سخاوی نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو "شدید الضعف" کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کریں گے، امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی موقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذب اور تہمت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہوجاتی ہے مثلاً راوی کی انتہائی فحش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تنتهض بذلك
درجة الحسن لعينه الا ان انجبرت مع ذلك
بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع
ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين
ماخذين ثم ترتقي الى الحسن لغيره فتصير
حجة في الاحكام . اما مطلقا على ما هو ظاهر
كلام المصنف اعني العراقي او بشرط تعدد
الجابرات الصالحات البالغة مع هذه الطرق
القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد
حد الكثرة في الصوالح على ما فهمه السخاوي
من كلام النووي وغيره الواقع فيه لفظ
كثرة مع ان فيه مؤيد لكلام شيخه
[illegible]

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے
اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے مگر
شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی
کی طرف ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں
معتبر نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں
اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ
صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل
قرار دیتے ہیں۔ تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو
احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جا سکتا ورنہ ہی یہ
درجہ حسن لغیرہ کو پا سکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے
ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریقے سے اس کی کمزوری زائل
ہو جائے تو اور بات ہے۔ کیونکہ کمزور متعدد طرق اور
ایک صالح طریق مل کر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

عنه حيث قال متى توبع السيء الحفظ بمعتبر
كان يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط
الذي لا يتميز والمستور والاسناد المرسل وكذا المدلس
اذا لم يعرف المحذوف منه صار حديثهم حسنا لا لذاته
بل وصفه بذلك باعتبار المجموع لان مع كل واحد منهم احتمال
ممن ذكر من السيء الحفظ والمختلط [illegible] احتمال
كون روايته صوابا او غير صواب على حد سواء
فاذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة
لاحدهم رجح احد الجانبين من الاحتمالين
المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

ان کے الفاظ یہ ہیں: جب راوی سوء حفظ کا متابع معتبر
راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے
کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو امتیاز نہیں کرتا، مستور،
اسناد مرسل اور اسی طرح مدلس جبکہ محذوف معلوم نہ ہو تو ان
کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لذاتہ نہیں بلکہ باعتبار
المجموع ہو گی کیونکہ ہر ایک ان میں سے یعنی سوء حفظ
اور مختلط جن کا ذکر ہوا ہے، برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس
کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح۔ پس جب معتبر راویوں میں سے
کسی ایک موافق روایت آ جائے تو مذکورہ دونوں
احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

بوحدة الجابر مع جواز سكون الكثرة في كلام
النووي بمعنى مطلق التعدد، وهو الاوفق بما
رأينا من صنيعهم في غير مقام والضعيف
بالضعف اليسير اعني مالم ينزل به عن محل الاعتبار
يعمل به في الفضائل وحده، وان لم ينجبر
فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغيره، و
احتج به في الاحكام على تفصيل وصفنا ذلك
في الجابر، فهذه هي انواع الضعيف، اما
الذي لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا
القصور في ضبط الراوي غير بالغ الى درجة الغفلة
فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

حدیثوں کی طرح ہو جاتی ہیں جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث
بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث حسن لغیرہ کے مرتبہ
کو پہنچ کر احکام میں حجت بن جاتی ہے۔ اب یہ اختلاف
اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ
مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بایں طور کہ
یہ متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے
ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طرق
کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرق صالح بن جاتے ہیں جیسا کہ
امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے کہا جن میں
لفظ کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں
اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول و
الله اعلم اھ منہ وانظر كيف اجتزء في المتن بتوحيد
معتبر وفي الشرح بمراد رواية وحكم بالارتقاء
الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول
في الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا للاعتبار
والورود مع انه مقبول في الفضائل بالاجماع
ويظهر لي ان الوجه معهما اعني العراقي و
شيخ الاسلام لما بين في التنبيه من
الدليل لهما منقولا مما علقته على فتح
المغيث ۱۲ منه رضي الله تعالى عنه (م)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے
درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اھ واللہ اعلم، ذرا غور کرو
متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے
ساتھ موافقت روایت پر اکتفا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ
دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد
ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح للاعتبار و
الورود کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں تو بالاجماع
مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت
نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور
شیخ الاسلام کے ساتھ ہے اس بنا پر جو تنبیہ میں
ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر
میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

؎ حاشیہ شرح نخبۃ الفکر مبحث سوء الحفظ مطبوعہ مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص [illegible]

بطریق امین۔

افادہ بست و چہارم (حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائے ضعف شدید) وباللہ استعین کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق ضعف شدید درکنار مطلق ضعف کا بھی مستلزم نہیں ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں، ہاں بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم لہذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین اُن سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبدالعزیز صاحب این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے باآنہا تمسک کردہ شود[1] (یہ احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ و عمل میں استدلال کیا جاسکے۔ ت) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب واہی ساقط ہیں یا موضوع و باطل اور اصلاً در بارۂ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابل، کوئی ادنی ذی فہم و تمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل، ہاں منکران طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سر چاہیں دھریں۔

اولاً خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ و عمل کا انکار فرمارہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں، ہم افادہ ۲۲ میں روشن کر آئے کہ در بارہ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں، تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا علاقہ!

ثانیاً تصانیف خطیب و ابونعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاست کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ۔[2]

ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیاء ایسے نوادرات میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔ (ت)

اسی میں ہے:

کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابے است در باب خود۔[3]

خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ (ت)

---

[1] عجالہ نافعہ فصل اول بحث طبقہ رابعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ٥

[2] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ١٥

[3] " " " کتاب اقتضاء العلم والعمل للخطیب " " ص ٦٩

اسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا،

التصانیف المفیدۃ التی هی بضاعة المحدثین و عمدتهم فی فهمه[1]

فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت و محل تمسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابو طاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی۔ سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حسنِ اعتقاد اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل و ناقابل استناد۔

ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس تقریر طبقات کے موجد اُسی حجۃ بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں،

اصلح هذه الطبقة ما کان ضعیفا محتملا[2]

یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل اولی بجائے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ افراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث مجردہ حسان ملیں گی اور عند التحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح، حسان سب کچھ ہیں کما ستسمع بعونہ تعالی (جیسے کہ تو عنقریب سنے گا۔[3])

رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں،

چون نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی و خطیب و ابن عساکر رسید این عزیزان دیدند کہ احادیث صحاح و حسان را متقدمین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ و مقلوبہ کہ سلف آنہا دیدہ و دانستہ گذاشتہ بودند و غرض ایشان ازیں جمع آن بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین دراں احادیث تامل کنند و موضوعات را

جب علم حدیث دیلمی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ تک پہنچا تو انھوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہذا انھوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ و مقلوبہ تھیں جنہیں اسلاف نے عمداً ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور و تامل کرکے

---

[3] قسم دوم از فصل دوم در شبہات وارد آن ۔

دوسری فصل کی قسم دوم جو کتابیں کے شبہات سے متعلق ہے کے تحت اس کا بیان ہے گا۔

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد للخطیب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۰۰۰

[2] حجۃ اللہ البالغۃ باب طبقات کتب حدیث، الطبقۃ الرابعۃ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۱/۱۳۵

از حسان وغیرہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق
حدیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح وحسان وضعیف از
یکدگر ممتاز سازند پس ہر دو فریق را اللہ تعالیٰ توفیق ساخت
بخاری ومسلم وترمذی وحاکم تمیز احادیث وحکم بصحت و
حسن ومتاخران در احادیث خطیب وطبقۂ او تصرف
نمودند ابن جوزی موضوعات را جدا ساخت وسخاوی در
مقاصد حسنہ حسان وغیرہا از ضعاف ومناکیر تمیز نمود
خطیب وطبقۂ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد
تصریح نمودہ اند جزاہم اللہ تعالیٰ عن امۃ النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر الجزاء[1] ملتقطا۔

موضوعات کو حسن وغیرہ سے ممتاز کردیں گے جیسا کہ
اصحاب مسانید نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تاکہ
حفاظ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے
سے ممتاز کردیں دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے
توفیق اور کامیابی عطا فرمائی۔ بخاری، مسلم، ترمذی اور
حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن
ہونے کا حکم لگایا اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ
لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا و حکم لگایا۔ ابن جوزی
نے موضوعات کو الگ کیا۔ امام سخاوی نے مقاصد حسنہ
میں حسن وغیرہ کو ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا۔ خطیب اور
ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اھ ملتقطا۔ (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقۂ خطیب صرف ضعیف نہیں بلکہ حسان بھی موجود ہیں اگرچہ لغیرہا کہ وہ بھی
بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامسًا: یہیں شاہ صاحب نے اسی بحث میں سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی کو طبقۂ ثانیہ اور مصنف عبدالرزاق
وابوبکر بن ابی شیبہ وتصانیف ابی داؤد طیالسی وبیہقی وطبرانی کو طبقۂ ثالثہ اور کتب ابونعیم کو طبقۂ رابعہ میں
گنا۔ امام جلیل جلال سیوطی خطبۂ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:

ورمزت للبخاری خ ولمسلم م ولابن حبان
حب وللحاکم فی المستدرک ک وللضیاء
فی المختارۃ ض وجمیع ما فی ہذہ
الکتب الخمسۃ صحیح سوی ما فی المستدرک
من المتعقب فانبہ علیہ، ورمزت لابی داؤد د
فما سکت عنہ فہو صالح وما بین ضعفہ
نقلت عنہ فی الاصل الذی وقعت علیہ بیّن

میں نے حوالہ جات کے لیے یہ رموز وضع کیے ہیں: خ سے
بخاری، م سے مسلم، حب سے ابن حبان، ک سے مستدرک
حاکم، ض سے مختارہ للضیاء۔ ان پانچوں کتب میں
صحیح احادیث ہیں ماسوائے حاکم کے جن پر اعتراض
کیا گیا ہے اس پر توجہ رکھو۔ د سے ابوداؤد جس پر
وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور جس کا ضعف
وہ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شبہات الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۲۸۲

نقلہ عنہ، وللترمذی ت وانقل کلامہ عن الحدیث وللنسائی ن ولابن ماجۃ ہ ولابی داؤد الطیالسی ط ولاحمد حم ولعبد الرزاق عب ولابن ابی شیبۃ ش ولابی یعلی ع وللطبرانی فی الکبیر طب و الاوسط طس وفی الصغیر طص ولابی نعیم فی الحلیۃ حل وللبیہقی ق ولہ فی شعب الایمان ھب وھذہ فیہا الصحیح والحسن والضعیف فابینہ غالبا اھ مختصرا۔

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کردیا ہے ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا ن سے نسائی، ہ سے ابن ماجہ، ط سے ابوداؤد طیالسی حم سے احمد، عب سے عبدالرزاق ش سے ابن ابی شیبہ ع سے ابویعلی، طب سے طبرانی کی معجم کبیر، طس سے معجم اوسط، طص سے معجم صغیر حل سے حلیۃ ابونعیم ق سے سنن بیہقی، ھب سے شعب الایمان للبیہقی مراد ہوگا، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں نشاندہی بھی کروں گا اھ مختصرا۔ (ت)

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ ورابعہ سب کو ایک ہی کشتی میں کیا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف سب کچھ ہے۔

سادساً خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی وتحفہ اثنا عشریہ وغیرہا میں جا بجا احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ ان سے بھی اتر کر استناد موجود، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھے یا یہ سمجھا ناحق تحویل معنوی کرکے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل ومعطل ٹھہرانا ان کے سر لگے دیتے ہیں۔ تمثیلاً چند نقول حاضر۔ عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لعل صاحبہ کلمۃ لم تتبین فی الکتاب فکتبت مکانہا لفظۃ سکت اوھو المراد واذ کان لابد من التنبیہ نبہت علیہ ۱۲ منہ (م)

حاصل کی ہے اس میں لفظ فیہ اور علیہ کے درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کردیا۔ ۱۲ منہ (ت)

؎ جامع الاحادیث بحوالہ جمع الجوامع خطبہ کتاب، دار الفکر بیروت ۱/ ۱۸، ۱۹

ابونعیم و دیلمی از ابو الدرداء روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحۃ الکتاب کفایت مے کند از آنچہ ہیچ چیز از قرآن کفایت نمیکند۔ الحدیث۔

ابونعیم اور دیلمی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے الحدیث (ت)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابو الشیخ و ابن مردویہ و دیلمی وغیرہم سے مذکور ہیں ہے۔

ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد و شکایت درد گردہ کرد شعبی باو گفت کہ ترا لازم است کہ اساس القرآن بخوانی و بر جائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحۃ الکتاب۔

ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے۔ انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جگہ درد پر دم کر، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کیا ہے؟ فرمایا سورۃ الفاتحہ۔ (ت)

عزیزی سورۂ بقرہ در ذکر بعض خواص سورہ آیات میں ہے۔

ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت

عہ و در بعض روایت اقتران دارقطنی یا طبرانی یا وکیع مخالف را سود ندہد زیرا کہ ازیں جا کہ احتمال ایں معنے رو نماید کہ اسناد ایشاں مقرون بطبقہ ثالثہ است بجہاں ایں امر رتبۂ ثبوت نشیند کہ ہر احادیث طبقہ رابعہ فقط از درجۂ اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ ست ازل باشد زعم مخالف را ہیچ کہ باشد فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

اور اس میں بعض روایات کے دارقطنی یا طبرانی یا وکیع کے ساتھ اقتران سے مخالف کو سود مند نہیں کیونکہ اس طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے طبقہ ثالثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ طبقہ رابعہ کی تمام احادیث درجہ اعتبار سے ساقط نہیں پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف طبقہ رابعہ سے ہیں یہی زعم مخالف کو زیادہ زائل کرنے والا ہے، مخالف کا جو بھی زعم ہو، اسے یوں ہی طرح سمجھو ۱۲ منہ (ت)

۱؎ تفسیر عزیزی سورۃ الفاتحہ فضائل ایں سورۃ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۵۹

۲؎ ؍؍ آخر سورہ فاتحہ شیطان را چہار بار در عمر خود نوحہ افتاد ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۵۹

کہ حدیثی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ اند ہر کہ در شب سی و سہ آیت بخواند اورا در آن شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصراً۔[1]

کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سنی جس میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور چور کو نقصان نہیں دے گا الحدیث اھ مختصراً۔ (ت)

اسی میں[عہ] ہے:

روی ابن جریر عن مجاہد قال سأل سلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن اولئک النصارٰی الحدیث۔[2]

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان نصارٰی کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

عزیزی آخر ونیل میں ہے:

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمود [illegible] کہ حق تعالٰی بعد از من کسے را بہتر ازو پیدا نکردہ است

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

عہ زیر آیہ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (م)

اس آیت کے تحت ہے ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ شاہ صاحب درین ناقد جا کہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمیں طبقہ رابعہ شمردہ است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

شاہ صاحب نے عجالہ نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چوتھے طبقہ میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص وفضائل سورۃ فاتحہ و سی وسہ آیت مطبع لال کنواں دہلی ص ۹۳

[2] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی " " ص ۲۷

وشفاعت او روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد
جابر گوید کہ مہلتے نگذشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف
آوردند[1]۔

شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت
روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح
ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی
تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ انتہیٰ

تحفۂ اثنا عشریہ[عہ] میں ہے:

در روایات شیعہ و سنی ہر دو ثابت است کہ این امر خیلے
بر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود بدر سرائے
زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آمد و امیر المومنین علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت
زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازو خوشنود شد اما روایات اہلسنت
پس در مدارج النبوۃ و کتاب الوفاء بیہقی و شروح مشکوٰۃ
موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است
کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بخانۂ فاطمہ رفت و در گرمی
آفتاب بر در ایستادہ عذر خواہی کرد و حضرت زہرا
ازو راضی شد و در ریاض النضرۃ نیز ایں قصہ بتفصیل
مذکور ست و در فصل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز
ہمیں قصہ مروی ست و ابن السمان در کتاب الموافقہ
از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم الخ[2]

شیعہ اور سنی دونوں کے ہاں روایات صحیحہ میں ثابت
ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا۔ لہٰذا
آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے
پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ان سے راضی ہوجائیں۔ روایات اہلسنت مدارج النبوۃ،
الوفاء بیہقی اور شروح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح
مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت
ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر کے باہر
دھوپ میں کھڑے ہوگئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہوگئیں۔ ریاض النضرۃ
میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں
بروایت بیہقی، شعبی سے بھی یہی واقعہ منقول ہے اور
ابن السمان نے الموافقہ میں اوزاعی سے روایت کیا
کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے الخ (ت)

عہ در طعن سیزدہم از مطاعن خاصہ بر حضرت افضل
الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (م)

طعن والوں کے ان اعتراضات میں سے تیرھویں طعن
میں ہے جو انہوں نے افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (ت)

[1] تفسیر عزیزی آخر سورۃ اللیل پارہ عم مطبعہ لال کنواں دہلی ص ۳۰۶

[2] تحفہ اثنا عشریہ طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۷۰

سابعًا طرفہ تر یہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح وحسان ہیں بلکہ اس میں صدہا حدیثیں برشرط بخاری ومسلم صحیح ہیں قطع نظر اس کے کہ مصنف شاہ صاحب ہیں کتب حاکم سے کتنے اسنادیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء وقرۃ العینین میں تو مستدرک سے تودہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کما لا یخفی علی من طالعھما (جیسے کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہو ت) لطیف تر یہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین میں امام ثقہ ابو عبد اللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں،

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار برشرط این ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے از اینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازیں قبیل باشد، وبقدر ربع کتاب ازیں جنس است کہ بظاہر اسناد او صحیح است لیکن بشرط ایں ہر دو نیست وبقدر ربع باقی واہیات ومناکیر بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بہ تلخیص ذہبی است خبردار شدہ ام[1]

انصاف یہ ہے کہ مستدرک میں اکثر احادیث ان دونوں بزرگوں (بخاری ومسلم) یا ان میں سے کسی ایک کے شرائط پر ہیں بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ تقریبًا نصف کتاب اسی قبیل سے ہے اور تقریبًا اس کا چوتھائی ایسا ہے کہ بظاہر ان کی اسناد صحیح ہیں لیکن ان (بخاری ومسلم) کی شرائط پر نہیں اور باقی چوتھائی واہیات اور مناکیر بلکہ بعض موضوعات بھی ہیں اس لیے میں نے اس کے خلاصہ جو تلخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے۔ (ملخصًا) (ت)

عـــہ لفظ بلفظ ہمرا آنچہ امام خاتم الحفاظ در تدریب از ذہبی آوردہ نیست بعینش ہمیں است کہ فیہ جملۃ وافرۃ علی شرطھما وجملۃ کثیرۃ علی شرط احدھما لعل مجموع ذلک نحو نصف الکتاب وفیہ نحو الربع مما صح سندہ وفیہ بعض الشیء اولہ علۃ وما بقی وھو نحو الربع فھو مناکیر اوواھیات لا تصح وفی بعض ذلک موضوعات[2] (ملخصًا)

لفظ بلفظ ہر دو امام خاتم الحفاظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرط پر ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریبًا آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شئی یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر یا واہیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوع بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰

[2] تدریب الراوی صحۃ احادیث مسلم وتساہل الحاکم فی المستدرک دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۹۶

تنبیہ: بحمد اللہ ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے یہ معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے اُنھوں نے احتراز کیا انھوں نے درج کیں نہ یہ کہ انھوں نے جو کچھ لکھا سب متروک سلف ہے بمجرد عدم ذکر کو اس معنے پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت ورنہ افرادِ بخاری کی متروکاتِ مسلم ہوں اور افرادِ مسلم متروکاتِ بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام سلف کی متروک مانی جائے مصنفین میں کسی کو دعوائے استیعاب نہ تھا امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کُل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری (جیسا کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔ ت)

ثامناً شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

وبہذا علماء حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی۔[1]

اسی لیے محدثین نے یہ ضابطہ مقرر کر دیا ہے کہ مستدرک حاکم پر ذہبی کی تلخیص دیکھنے کے بعد اعتماد کیا جائے گا۔ (ت)

اور اس سے پہلے لکھا:

ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے را کہ بر تصحیح حاکم مغرور شود تاوقتیکہ تعقبات و تلخیصات وارا نبیند و نیز گفتہ است احادیث بسیار در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز ہست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ۔[2]

امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام حاکم کی تصحیح پر کوئی کفایت نہ کرے تاوقتیکہ اس پر میری تعقبات و تلخیصات کا مطالعہ نہ کرلے، اور یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی احادیث مستدرک میں شرطِ صحت پر پوری نہیں بلکہ بعض اس میں موضوعات بھی ہیں جس کی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہوگئی ہے۔ (ت)

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ وجہ بے اعتمادی یہی اختلاط صحیح و ضعیف ہے اگرچہ اکثر صحیح ہی ہوں جیسے

عہ اسی طرح عدم اعتبار بکثرت وقلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے:

قال شیخ الاسلام غالب ما فی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی

شیخ الاسلام نے کہا: ابن جوزی کی کتاب میں اکثر روایات موضوع ہیں، جن روایات (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

[2] " " " " " " " " ص ۱۰۹

مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیح ہیں تو کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے ضعف شدید یا بطلان محض کر کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس پہ اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو آپ پرکھے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے بے اس کے بحث نہ سمجھ لے اب انصاف یہ کہ حکم نہ صرف کتب طبقہ رابعہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح وضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھے کہ ائمۂ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن ومسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان و علامہ سخاوی سے افادہ ۲۱ میں گزری، یہ وہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام سخاوی نے تنقیح کی، امام حافظ الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انہوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کی فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد و ترمذی ونسائی وابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل و بیکار و اصلاً ناقابل استناد و اعتبار ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بالجملہ حق یہ کہ مدار استناد و نظر و انتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر قلم فراحت رو (جب اس محل پر آیا فقیر کو قدوہ نے خواہش فرمایا کہ مقام و مرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل و تدقیق جمیل نیز ذیل نمبر ۵ فوائد جلیل پر حاشی ہو گی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اطناب کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالا یعتقد تعلیل جدا قال وفیه من الضرر ان یظن ما لیس بموضوع موضوعا عکس الضرر بمستدرك الحاکم فانه یظن ما لیس بصحیح صحیحا قال ویتعین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکلام فی تساهلهما اعدم الانتفاع بهما الا لعالم بالفن لانه ما من حدیث الا ویمکن ان یکون قد وقع فیه تساهل[1] اھ ۱۲ منه (م)

پر انہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف دہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا قرب ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کانٹ چھانٹ ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان سے نفع حاصل کرنا معدوم کردیتا ہے مگر اس شخص کے لیے جو اس فن کا ماہر ہو کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوگی جس میں تساہل نہ ہو اھ ۱۲ منہ (ت)

عه ذکرنا نصهما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م)

ہم نے ان دونوں کی عبارتوں کو اپنے رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی نقد کتاب موضوعات ابن الجوزی دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۷۹

قصد صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر و تنقید کے لیے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انھیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ مصنوعہ[1] میں فرماتے ہیں:

ان ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نبہ علی ذلک الائمۃ الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقاؤہ واختصارہ وایراد الحدیث ثم اعقبہ بکلامہ ثم ان کان متعقبا نبہت علیہ او ملخصہ۔

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھی کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کے حکم پرکھوں تو ہر حدیث ذکر کر کے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہو گا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں[2]:

واذ قد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فلنشرع الآن فی الزیادات علیہ فمنہا ما یقطع بوضعہ ومنہ ما نص حافظ علی وضعہ ولی فیہ نظر ذکرہ لینظر فیہ۔

اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اس پر زیادتیں شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنھیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظر غور کے لیے ذکر کروں گا۔

پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا اور اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقوط یا بطلان کیا حکم لگایا ہے مثلاً "لا یصح" (یہ صحیح نہیں۔ ت) یا "لم یثبت" (یہ ثابت نہیں۔ ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت وجہ ضعف معلوم ہوا، اور اگر "مرفوعہ" کی قید زائد کر دی تو صحت مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، وعلی ہذا القیاس۔ اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا کما لا یخفی شوکانی کی کتاب موضوعات مسمّی بہ فوائد مجموعہ بھی اسی قسم ثانی سے ہے جو اُس نے خطبۂ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنھیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں، بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اُس کی یہ ہے:

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ خطبۂ کتاب مطبع ادبیہ مصر ۲/۱
[2] " " " خاتمۂ کتاب " ۲/۴۸۱

وقد اذكر ما لا يصح اطلاق اسم الموضوع عليه بل غاية ما فيه انه ضعيف بمرة وقد يكون ضعيف ضعفاً خفيفاً وقد يكون اعلى من ذلك والحامل لي على ذكر ما كان هكذا التنبيه على انه قد عد ذلك بعض المصنفين موضوعاً كابن الجوزي فانه تساهل في موضوعاته حتى ذكر فيها ما هو صحيح فضلاً عن الحسن فضلاً عن الضعيف وقد تعقبه السيوطي بما فيه كفاية وقد اشرت الى تعقباته[1]۔

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض کے ضعف میں بھی خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتی کہ صحیح روایات کو موضوعات میں ذکر کیا چہ جائیکہ حسن اور ضعیف، امام سیوطی نے ان کا تعقب کیا ہے۔ میں نے بھی ان کے تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے الخ (ت)۔

تو مشکلین طائفہ کا یہ سفیہانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا کیسی جہالت فاحشہ ہے۔

تنبیہ: ہر چند یہ افادہ ان گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم موضوعیت کا ابطال ہوا مگر نظر بہ آنچہ یہ نئی بات ہے تو بہ موضوعیت کسی دوسری طرز کا کام تھا لہذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ وہ بھی ہو کر ذکر فی الموضوعات ضعف مشہور کا بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول سے فضائل میں مخل ہو بلکہ حقیقۃً نفس ذکر سے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح و حسان تک موجود ہیں کما تبیّن۔

لطیفہ: اقول حضرات وہابیہ کے پیچھے متکلم اگر موضوعات شوکانی کو موضوعات سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص رہا کافی تھی جیسے خود موضوعات میں علماء نے نافیان کذب کی دو قسمیں کیں، ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفاء و کذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما، دوسرے جعلوا مصنفاتهم مختصة بالاحاديث الموضوعة دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی و صغانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف

ف: افادہ ۲۲ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف و مناکیر ممیز نمود[2]۔ یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ منہ دام۔

---

[1] الفوائد المجموعہ خطبۃ الکتاب دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم شبہات الخ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۲۸۲

مقصد یہ موضوعات سے نہیں بلکہ اس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہٰذا اس میں بہت احادیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں: یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے۔ بھلا مانس نے اس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ[1] (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں۔ ت) نہ اس کو آنکھ کھول کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آیۃ المنافق ثلث متفق علیہ[2] (منافق کی تین علامات ہیں۔ بخاری و مسلم۔ ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدأ بنفسک مسلم فی الزکوٰۃ من صحیحہ[3] (اپنے آپ سے ابتدا کرو۔ اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوٰۃ کے باب میں ذکر کیا ہے۔ ت)

(طرفہ یہ کہ) انہیں میں تخریج احیاء للعراقی بھی گن دی، سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابوحنیفہ و شافعی سے دعوٰی مساوات، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تلخیص الافادات: بحمد اللہ کلام اپنے ذروۂ اعلیٰ کو پہنچا اور حقائق حق مہر نیمروز کی طرح ان چودہ افادوں نے ماہ شب چہاردہ کی طرح روشن کر دیا کہ تفصیل ائمہ دین کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو اسناد جب ضعیف بضعف خفیف اور [illegible] حدیث وہاں مقبول و کافی اور ثبوت استحباب عمل کے لیے مفید و وافی ہیں، منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ ان کے ابطال و اہمال کے لیے تھیں بعونہ تعالیٰ اپنی سزا کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین۔ اب بھروسہ استعانت قادر توفیق کے ہاتھ میں دیجئے اور بعنایت الٰہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزل کلام اور آخر میں ازالہ وارد باقی بقیہ اوہام منکرین لیام کیجئے وباللہ التوفیق۔

افادۂ بست و ششم[26] (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) **اقول:** بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء و صلحاء کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عون بن ہارون بن [illegible] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز قضائے حاجت کہ

---

[1] المقاصد الحسنۃ مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت ص ۳
[2] " " " حرف الہمزۃ " " " " ص ۹
[3] " " " " " " " " ص

ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے۔

ولا تعلموھا السفہاء فانہ یدعون بہا فیستجابون[1]۔ — بیوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمہ جرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ امام احمد[2] امام نسائی و امام ابو علی نیشاپوری نے فرمایا، متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا، سخت ضعیف ہے۔ صالح جزرہ نے کہا، کذاب ہے۔ امام یحیی بن معین نے فرمایا، محض لاشئی کذاب خبیث ہے۔ (بالکل کوئی شے نہیں کذاب وخبیث ہے۔ ت) کل ذلک فی المیزان (یہ سب میزان میں ہے۔ ت) لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا، متروک وکان حافظاً[3] (یہ متروک ہے اور حافظ تھا۔ ت) ذہبی نے میزان میں کہا،

کان من اوعیۃ العلم علی ضعفہ وکثرۃ مناکیرہ وما اظنہ ممن یتعمد الباطل[4]۔ — اس ضعف وکثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ کرتا ہو۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا، لاریب فی ضعفہ[5] (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔ ت)

امام اجل ثقہ حافظ عبدالعظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب[*] میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کرکے عمر بن ہارون کے متروک ومتہم ہونے سے اُسے معلول کیا،

حیث قال قد تفرد بہ عمر بن ھارون البلخی و — جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی منفرد

---

[*] فی الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ ۲۰ منہ (م) (ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

---

[1] الترغیب والترہیب فی صلاۃ الحاجۃ ۱/۲ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۸
نصب الرایۃ الحدیث الثانی والاربعون من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/۲۷۳
[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۲۸
[3] تقریب التہذیب حرف عین مطبع فاروقی دہلی ص ۱۹۲
[4] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۴ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۲۹
[5] تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السابعہ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/۳۴۲

وهو متروك متهم اثنى عليه ابن مهدى وعدّه فيما اعلمه[1] اھ قلت بل اختلف الرواية عن ابن مهدى ايضا فقال فی الميزان قال

اور وہ متروک و متہم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی نے ثقات سے شمار کیا ہے۔ اھ قلت (میں کہتا ہوں) کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے، میزان میں ہے:

عـه اقول هذا عجيب من مثل الحافظ مع قوله نفسه فی خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور ووثقه قتيبة وغيره اھ فی تذكرة الحفاظ عن الابار عن ابی غسان عن بهز بن اسد انه قال اری يحيی بن سعيد حسده قال وساق الخطيب باسناده عن ابی عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال عمر عندنا احسن اخذ الحديث من ابن المبارك وقال المروزی سئل ابوعبد الله عن عمر بن هارون فقال ما اقدر ان اتعلق عليه بشئ كتبت عنه كثيرا فقيل له قد كانت له قصة مع ابن مهدی فقال بلغنی انه كان يحمل عليه وقال احمد بن سيار كان كثير السماع كان قتيبة يطريه ويوثقه الخ ثم ذكر تكذيبه وتركه وجرحه عن ابن معين وآخرين ثم قال قلت لا ريب فی ضعفه وكان اماما حافظا فی حروف القرأت مات سنة اربعين وتسعين ثلث مائة اھ ۱۲ منه (م)

اقول حافظ جیسے (آدمی) پر تعجب ہے کہ خود انہوں نے خاتمۂ کتاب میں کہا کہ اسے جمہور نے ضعیف کہا اور قتیبہ وغیرہ نے اس کی توثیق کی اھ اور تذکرۃ الحفاظ میں از ابار از ابی غسان از بہز بن اسد ہے وہ کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابن المبارک سے احسن ہے، اور مروزی نے کہا ابو عبداللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق پوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شیئ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات لکھی ہیں، ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سیار نے کہا کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اس کی تعریف و توثیق کرتا تھا الخ، پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قراءات حروف میں امام و حافظ تھے ان کا وصال ۳۹۴ھ میں ہوا اھ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الترغیب والترہیب فی صلوٰۃ الحاجۃ ودعائہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۴

ابن مہدی واحمد والنسائی متروک الحدیث ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مہدی حسن الرأی فی عمر بن ہارون واﷲ تعالٰی اعلم۔[1]

کہ ابن مہدی، احمد اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ پھر کہا کہ ابن حبان کہتے ہیں کہ ابن مہدی عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور اﷲ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بایں ہمہ اتنا کہ مستدرک میں تھا،

قال احمد بن حرب قد جربتہ فوجدتہ حقا، وقال ابراہیم بن علی الدبیلی[1] قد جربتہ فوجدتہ حقا، وقال الحاکم قال لنا ابو زکریا قد جربتہ فوجدتہ حقا قال الحاکم قد جربتہ فوجدتہ حقا۔[2]

احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا تو حق پایا، ابراہیم بن علی دبیلی نے کہا میں نے آزمایا تو حق پایا ہم سے ابو زکریا نے کہا میں نے آزمایا تو حق پایا، حاکم کہتے ہیں خود میں نے آزمایا تو حق پایا[2]۔

لہذا امام حافظ منذری نے فرمایا: والاعتماد فی مثل ہذا علی التجربۃ لا علی الاسناد[3] (ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہے نہ کہ اسناد پر) امام ابن امیر الحاج حلیہ میں حدیث کا ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا اسے

---

[1] نسبۃ الی دبیل بفتح الدال المہملۃ وسکون الیاء المثناۃ من تحت وضم الباء الموحدۃ والآخر لام قصبۃ بلاد السند کما فی القاموس ۱۲ منہ (م)

یہ دبیل کی طرف منسوب ہے۔ دبیل دال مہملہ کے فتح کے ساتھ، یاء مثناۃ کے سکون، باء موحدہ کے پیش کے ساتھ اور آخر میں لام ہے کہ بلاد سندھ میں ایک قصبہ ہے۔ قاموس میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] اقول بحمد اﷲ تعالٰی اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا تو حق پایا بعض قریب تر اعزہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت مثل نزع طاری ہوئی سب رو رہے تھے فقیر مشغول نماز مذکور ہوا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور جیتا باتیں کرتا پایا وﷲ الحمد بیس سال ہوگئے جب سے بحمد اﷲ بفضل الٰہی سے ماشاء اﷲ قرۃ الاعین ۱۲ منہ (م)

[3] آخر الکتاب فی فصل الثالث عشر فی صلاۃ الحاجۃ من فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منہ (م)

یہ کتاب کے آخر میں فضائل کے بیان میں جو تیرھویں فصل نماز حاجت کے بیان میں تکمیل کتاب کی فصول میں ہے (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۶ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۳/۲۲۸ و ۲۲۹

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[3]

بابِ یقین موضوعات گنتا ذکر کرکے فرماتے ہیں،عـہ

ومشی علی ھذا فی الحاوی القدسی فانه ذکر ھذه الصلوۃ للحاجة علی ھذا الوجه من الصلوٰۃ المستحبة۔[1]	حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کیلئے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جوان کی صحت کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اترا معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھئے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علماء وصلحاء سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا وروی تجربة ذلك عن کثیرین[2] (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا)، تو عزیزو! اگر بفرض غلط سند کسی قابل نہ ہوتی تاہم تجربہ علماء کا سند کافی جانو۔

افادہ بست وہفتم

(بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علماء میں بلاسند مذکور ہونا بھی بس ہے) **اقول** بحمداللہ یہاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود، علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علماء میں بلاسند مذکور ہونے ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہا

عـہ ھو آخر حدیث من باب الصلوۃ فی الموضوعات قال المخرج موضوع عمر بن ھارون کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روی له الترمذی وابن ماجة وقال فی المیزان کان من اوعیة العلم الی آخر ما نقلنا قال وقد وجدت للحدیث طریقا آخر فذکرها اسند ابن عساکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه نحوه وسکت علیه خاتم الحفاظ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه (م)	یہ ذکر باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے، میزان میں "کان من اوعیة العلم الی آخر ما نقلنا" (وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر تک جو ہم نے نقل کیا) اور کہا کہ اس حدیث کی ایک اور سند بھی میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] خاتمہ مجمع بحار الانوار نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۱

کسی جگہ حدیث میں اس کا نام ونشان نہ ہو، حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصالِ اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حضور رو رو کر عرض کرنا کہ یابی انت وامی یارسول اللہ[1] میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ وشمائل جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبداللہ بن علی لخمی اندلسی رشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبداللہ محمد بن الحاج عبدری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے ۷۳۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلاسند ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس زمانہ اس کا پتہ نہ پایا کُتبِ حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقامِ فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا ۔ ان نادانوں کُند حواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقہ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی اُنہیں اس کے ذکر وقبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور لخمی رشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار وعدل کی سند دی، اسی مواہب شریف ونسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری ومدارج النبوۃ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لا اقسم بھذا البلد ۵ وانت حل بھذا البلد[2] (مجھے اس شہر کی قسم کہ تم اس شہر میں تشریف فرما ہو اے محبوب ۔ تو اس میں علاوہ ازیں ہے کہ ت) جس میں رب العزت جل وعلا نے شہر مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پُرنور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون[3] (تیری جان کی قسم بیشک وہ کافر اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بھذا البلد[4] مگر اس قسم میں اس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ ، اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی کہ لا اقسم بھذا البلد ۵ نسیم کی دلکشا عبارت یہ ہے :

عــہ۱ الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ (م) ۔ دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو (ت)

عــہ۲ الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م) ۔ باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو ۔ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالٰی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

[2] القرآن ۹۰/۲ [3] القرآن ۱۵/۷۲ [4] القرآن ۹۰/۱

قد قال ان هذا القسم ادخل فی تعظیمه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من القسم بذاته و بحیاته کما اشار الیه عمر رضی اللہ تعالٰی عنه بقوله بابی انت وامی یا رسول اللہ قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد[1]

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا، یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالٰی کے ہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے، لا اقسم بهٰذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت)

مواہب میں ہے:

علی کل حال فهذا متضمن للقسم ببلد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا یخفی ما فیه من زیادة التعظیم وقد روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنه قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بابی انت وامی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتك عند اللہ ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد[2]

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمتِ مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالٰی کے ہاں اتنی ہے کہ آپ کی حیاتِ مبارکہ کی اس نے قسم اٹھائی ہے کہ دوسرے انبیاء کی اور آپ کی عظمتِ مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے "لا اقسم بهٰذا البلد" کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

عــه المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۱۲ منہ (م) دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمه تعالٰی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

[2] المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی الفصل الخامس من النوع الخامس ا مطبوعہ عامرہ مصر ۶/۲۴۰

مدارج[1] میں اسے نقل کرکے فرمایا،

یعنی سوگند خوردن بجلد کہ عبارت است کہ از زمینے کہ پے سپر میکند، آنرا (یعنی پائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سوگند بخاک پائے خوردن ست۔ و ایں لفظ در ظاہر نظر سخت مے در آید، نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف پاک ست کہ غبارے براں نہ، و تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آں چیز ست نزد مردم و نسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امرے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است بالنسبت بوئے تعالیٰ الخ

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے خاک پا کی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں۔ بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے خاک پا کی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی و غبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ شی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شے بنسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ بنسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کروں کہ اس کی صدہا نظیریں کتب علماء میں موجود ہیں، زیادہ جانے دیجئے یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جابجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ ان میں سند کا نام و نشان، قرۃ العینین میں روایات مذکورۂ تاریخ یافعی و روضۃ الاحباب و شواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود، مثلاً لکھا،

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ[عـہ] پس بطریق ... شیخین (صدیق و فاروق) صفات کاملہ مشہورہ

عــہ قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

[1] مدارج النبوۃ وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۹۵

نوٹ: مدارج النبوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور اعلیٰحضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اتصاف شیخین بصفات کاملہ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

اتم بود و ظہور خرق عوائد و تربیت الٰہی ایشان را برؤیا و مانند آں ازینجا بسیار مروی شدہ حدیثی چند ازیں جملہ نیز روایت کنیم[1] در شواہد النبوۃ از ابو مسعود انصاری منقول است کہ گفتہ است اسلام ابوبکر شبیہ بوحی است زیرا کہ وے گفتہ است کہ شبی پیش از بعثت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرود آمد و بر بام کعبہ افتاد و نیز در شواہد مذکور است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق گفتہ است کہ روزے در ایام جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم ناگاہ میل آں کرد بجانب من کرد آوازے از آں درخت بگوش من آمد کہ پیغمبرے در فلاں وقت بیروں خواہد آمد باید کہ تو سعادت مند ترین مردمان باشی بوے الخ و نیز در شواہد از ابوبکر صدیق منقول است کہ در مرض آخر خود گفت کہ امشب در تفویض امر خلافت بتکرار استخارہ کردم[2] انتہیٰ۔

کے ساتھ بطریق اتم متصف تھے اور اُن سے خرق عادت اور تربیت الٰہیہ کے طور خواب وغیرہ جیسے معاملات کا اظہار بھی احادیث میں مروی ہے ان میں سے ایک حدیث کا میں بیان ذکر کرتا ہوں، شواہد النبوۃ میں ابو مسعود انصاری سے مروی ہے کہا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر کا اسلام مشابہ بالوحی ہے کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم نور آسمان سے نیچے آیا اور کعبہ کی چھت پر اترا ہے الخ شواہد النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دور جاہلیت میں ایک دن ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اچانک وہ درخت میری طرف جھک گیا اور اس درخت سے میرے کانوں میں یہ آواز آئی کہ فلاں وقت اللہ کا پیغمبر آئے گا تو ان کے ساتھیوں میں نہایت ہی سعادت مند ہوگا الخ اور یہ بھی شواہد میں حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ نے آخری مرض وصال میں فرمایا کہ آج میں نے خلافت کے معاملے کو سپرد کرنے کے لیے بار بار استخارہ کیا ہے الخ ملتقطاً (ت)

اُسی میں ہے۔

چوں نوبت خلافت بفاروق رسید سیاستی بر دست او واقع شد کہ غیر نبی برآں قادر نباشد و اگر عقل سلیم را اعمال نمایم در امورے کہ خلافت انبیاء را می شاید

جب خلافت حضرت فاروق اعظم کے سپرد ہوئی تو آپ نے سیاست کو اس طرح بہتر انداز میں نبھایا کہ کسی غیر نبی سے ایسا ممکن نہ تھا اگر عقل سلیم کو امور خلافت

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین التصانیف شیخین بصفات کاملہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۳
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۹۴
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۹۵

بہتر از حال وے متصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغامبر
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے
تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تفحص کرد و ترتیب
کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و وسعہا کل
ترتیب نمود چنانکہ صحابہ بہر گواہی دادند کہ وے
اعلم زمان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل ایں
جہاد بوجہے نمود کہ خوب تر ازاں صورت نگیرد و قال
الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر فتحت دمشق الخ
و در روضۃ الاحباب مذکور است کہ در زمان خلافت وے
ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آں فتح شدہ
چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید
و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند اھ بالالتقاط۔

میں بروئے کار لایا جائے تو محسوس ہوگا کہ انبیاء کی خلافت کا
کام ان سے بہتر نبھایا نہیں جا سکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ
توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم علم ہے اور فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسائل میں کھود کرید کی اور نہایت
ہی محنت و کوشش کے ساتھ کتاب و سنت، اجماع و
قیاس کی ترتیب کو قائم فرما کر تخریج کے تمام راستے بند
کر دئے، چنانچہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے
کہ وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔
دوسرا معاملہ جہاد کا تھا اور فاروق اعظم نے اس معاملہ
کو اس طرح نبھایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جا سکتا
یافعی کہتے ہیں کہ ۱۴ھ میں دمشق فتح ہو گیا الخ اور
روضۃ الاحباب میں ہے کہ فاروق اعظم کے دور میں ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے، چار ہزار
(۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیسے تباہ کیے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے
اھ بالالتقاط۔ (ت)

یونہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد ملیں گے اس کا
گننا ہی کیا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہرہ باہرہ دکھانا ہے کہ حدیث مذکور فاروق بابِ امت و علی بابِ رسول اللہ کا ایک
پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا، اس پر امام خاتم الحفاظ
جلال الملۃ والدین سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر اُن کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

عہ احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م)

سلہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جلیلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۳۰
سلہ ۲ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۳۱
سلہ ۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۳۲

ارشاد کیا:

(۳) لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر نعم صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلك سندا لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام[۱]

میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی، مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیث طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔ (ت)

فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کرکے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادہ بست و ہشتم (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس سے فعل کی ممانعت لازم نہیں)

اقول اچھا سب جانے دیجئے اپنی خاطر فرضاً تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے نہ حدیث عدم۔ اس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا، اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا اور بہ نیت حسن مستحسن ہو جائے گا۔

کما هو شأن المباحات جمیعا کما نص علیہ[۲] فی عدۃ قال فی الاشباہ من القاعدۃ الاولٰی اما المباحات فانہا تختلف صفتہا باعتبار ما قصدت لاجلہ[۳] ونحوہا نقل فی اوائل نکاح رد المحتار وفیہ ایضا من کتاب الاضحیۃ فی مسئلۃ العقیقۃ وان قلنا انہا مباحۃ لکن یقصد الشکر تصیر قربۃ فان النیۃ تصیر العادات عبادات والمباحات طاعات اھ وکلام الاغوذج مرّ فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین ۱۲ منہ (م)

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ اشباہ میں قاعدہ اولٰی میں ہے کہ مباحات صفت کے اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں اس اعتبار سے جس چیز کا ارادہ کیا گیا ہو اھ اسی عبارت کو رد المحتار کی کتاب النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، رد المحتار کی کتاب الاضحیۃ میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات کو عبادت و فرمانبرداری میں بدل دیتی ہے اھ اور الانموذج فی العلوم کا کلام اکیسویں افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

[۱] نسیم الریاض شرح الشفاء باب اول الفصل السابع فیما اخبر اللہ تعالٰی بہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۴۸

[۲] الاشباہ والنظائر بیان دخول النیۃ فی العبادات الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۴۳

[۳] رد المحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۸

الاشباہ وردالمحتار وانموذج العلوم وغیرھا من معتمدات الاسفار۔

و ردالمحتار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتمد کتب میں تصریح کی ہے (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل و مہمل و بے اثر ہے یا نہی و ممانعت کا پروانہ، لاجرم علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیہ درمختار میں زیر قول درّ واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال[1] فرماتے ہیں:

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعۃ واما لو کان داخلا فی اصل عام فلا مانع منہ لا لجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام[2]۔

یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہوئی ہے وہ اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہو سکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔

اقول فقد افاد رحمہ اللہ تعالٰی بتعلیلہ ان المراد جواز العمل بما فی موضوع لا لکونہ فی موضوع و سنحقق عیب تحقیق المقام بتوفیق الملک العلام فانتظر۔

اقول سیدی احمد طحطاوی نے اس تعلیل کے ذریعے یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے کہ موضوع حدیث کے مضمون میں جو شرعی قاعدے کے موافق ہے اس پر عمل ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے، عنقریب ہم اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں۔ (ت)

یہ تو تصریح کُلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجیے تو وہ بھی باعلٰی ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علمائے کرام حشرنا اللہ تعالٰی فی زمرتہم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ ورود موضوعات و اباطیل اُن کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضع و بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظرِ اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں:

حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ وکون الحسن البصری لبسہا من علی قال ابن دحیۃ و

خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی سے

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵۰

ابن الصلاح انه باطل وكذا قال شيخنا: انه ليس في شيئ من طرقه ما يثبت ولم يرد في خبر صحيح ولا حسن ولا ضعيف ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم البس الخرقة على الصورة المتعارفة بين الصوفية لاحد من اصحابه ولا امر احدا من اصحابه بفعل ذلك وكل ما يروى في ذلك صريحا فباطل، ثم ان ائمة الحديث لم يثبتوا للحسن من علي سماعا فضلا عن ان يلبسه الخرقة ولم يتفرد شيخنا بهذا بل سبقه اليه جماعة حتى من لبسها والبسها كالدمياطي والذهبي والهكاري وابي حيان والعلائي ومغلطائي والعراقي وابن الملقن والابناسي والبرهان الحلبي وابن ناصر الدين هذا مع الباسهم اياها الجماعة من اعيان المتصوفة مثلا لالزامهم لهم بذلك حتى تجاه الكعبة المشرفة تبركا بذكر الصالحين واقتفاء لمن اثبته من الحفاظ المعتمدين اھ ملتقطاً۔[1]

وجہ الکریم سے خرقہ پہنا امام ابن دحیہ و امام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس صورت معروفہ صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولٰی سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا جیسے امام دمیاطی امام ذہبی امام شیخ الاسلام سیدنا ہکاری امام ابوحیان امام علاء الدین علائی امام مغلطائی امام عراقی امام ابن ملقن امام ابناسی امام برہان حلبی امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ باآنکہ ان ائمہ نے خود ایک جماعت عمدہ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے بھی اسے لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص کعبہ معظمہ کے سامنے پہنایا، ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کر گئے۔ دت۔ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرہ ائمہ دین وعلمائے شرع مبین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تنبیہ: یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اس میں معذور، مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقہ تالیف فرمایا اُس میں

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف اللام مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت ص ۳۳۱

وسماعہ منہ

اثبتہ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ العلامۃ ابن حجر فی اطراف المختارۃ.

حضرت حسن کا حضرت مولیٰ علی سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی (ت)

پھر وہ دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں، امام ابن حجر نے فرمایا، مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے کہ،

حدثنا جویریۃ بن اشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصہباء ابو صالح قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث[1]

جویریہ بن اشرس نے ہمیں حدیث بیان کی کہ عقبہ بن ابی صہبا باہلی نے ہمیں خبر دی کہ میں نے حسن بصری سے سنا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے الحدیث (ت)

ہمارے شیخ الشیوخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولیٰ علی سے سماع حاصل ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا انتہی۔

اقول یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں وللہ الحمد۔

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں،

من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی ھو باطل وکذب وکذا من شم الورد الاحمر الخ (ز)[عہ] وقد کتبت فی شان الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ

یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی (ز) میں نے

عہ الفتنی یکتب ز علی ما یزید من عند نفسہ فلعلھا رمز للزیادۃ ۱۲ منہ (م)

علامہ فتنی جو اپنی طرف سے اضافہ ذکر کرتے ہیں تو "ز" لکھ دیتے ہیں غالباً اس "ز" سے اس اضافہ کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحاوی للفتاوی رسالہ اتحاف الفرقۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۰۲

[2] " " " " ۲/ ۱۰۲

عليه وسلم عند الطيب لشيخنا الشيخ علي المتقي قدس سره هل له اصل فكتب الجواب عن شيخنا الشيخ ابن حجر قدس سره او غيره بما نصه اما الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عند ذلك ونحوه فلا اصل لها نعلمه في ذلك فلا كراهة عندنا اه ملخصا۔[1]

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ سے تحقیق کرائی کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟ انھوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ یا کسی اور عالم کے حوالے سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں اھ ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اس وقت خاص طور سے بہ نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں،

اما من استيقظ عنده اخذ الطيب او شمه الى ما كان عليه صلى الله تعالى عليه وسلم من محبته للطيب واكثاره منه فتذكر ذلك الخلق العظيم فصلى عليه صلى الله تعالى عليه وسلم حينئذ لما وقر في قلبه من جلالته واستحقاقه على كل امته ان يعظموه عين نهاية الاجلال عند رؤية شئ من آثاره او ما يدل عليها فهذا لا كراهة في حقه فضلا عن الحرمة بل هو آت بما فيه اكمل الثواب الجزيل والفضل الجميل وقد استحبه العلماء لمن رأى شيئا من آثاره صلى الله تعالى عليه وسلم ولا شك ان من استحضر ما ذكرته عند شم الطيب يكون كالرائي شيئا من آثاره الشريفة في المعنى فيسن له الاكثار من الصلاة والسلام عليه صلى الله تعالى عليه وسلم[2] اه مختصرا۔

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی۔ اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارت آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علماء نے مستحب رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا معنیً بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو اسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصراً۔

---

[1] و [2] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن، نولکشور لکھنؤ ۲/ ۵۱۲، ۵۱۳

دیکھو باآنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم وفضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح وشام ہے:

يشهد لما يتداوله السادة الصوفية من قول لا اله الا الله سبعين الف مرة يذكرون الله تعالى يعتق بها رقبة من قالها واشترى بها نفسه من النار ويحثون عليها لانفسهم ولمن مات من اهاليهم واخوانهم وقد ذكره الامام اليافعي والعارف الكبير الشيخ محي الدين ابن العربي واوصى بالمحافظة عليها وذكروا انه قد ورد فيها خبر نبوي لكن قال بعض المشايخ لم ترد به السنة فيما علم وقد وقفت على صورة سؤال للحافظ ابن حجر رضي الله تعالى عنه عن هذا الحديث وهو من قال لا اله الا الله سبعين الفا فقد اشترى نفسه من الله وصورة جوابه الحديث المذكور ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف بل هو باطل موضوع اه هكذا؛ قال النجم الغيطي وعقبه بقوله لكن ينبغي للشخص ان يفعل ذلك اقتداء بالسادة وامتثالا لقول من اوصى بها وتبركا بافعالهم اه ملخصا

انھیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا، اللہ عزوجل اُسے آزاد فرمائے گا اُس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اُس پر اپنی اور اپنے اموات، اقارب واحباب کے لیے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یافعی اور عارف کبیر سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیۂ کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں، لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی، میں نے ایک فتویٰ دیکھا کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل وموضوع ہے۔ علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کو ذکر کرکے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو ملخصا

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز صاحب کے استاد

ہ فتح الملک المجید

سلسلۂ حدیث میں دیکھو اصول نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کرکے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی عمل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور ان کے حکم کا امتثال اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو و باللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں ؛[1]

بیاراں و دوستاں فرمایند کہ ہفتاد ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرہ او ام کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے بخشند و ہفتاد ہزار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستاں دعا و فاتحہ مسئول است۔

دوست و احباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے واسطے اور ان کی ہمشیرہ ام کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے پڑھیں اور ستر ہزار ایک روح کو اور ستر ہزار دوسرے کی روح کو ایصال ثواب کریں اور دوستوں سے دعا و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں فرمایا ،

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلہا باطلۃ[2]   جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دعا پڑھو سب موضوع ہیں۔

حاشیہ: شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی اور یہ کروہ جسے نانوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا۔ حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انھیں سہو کے چوکنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں : حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے جی ہی جی میں اس کو بخش دیا بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشاش ہے کہ اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔[3] ملخصاً ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] مکتوبات امام ربانی   مکتوب ۳۰ بمولانا بدیع الدین   ایچ ایم سعید کمپنی کراچی   ۴۱/۲

[2] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبرٰی   احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء   دار الکتاب العربیۃ بیروت   ص ۳۲۵

[3] تحذیر الناس خلاصۂ دلائل   دار الاشاعت کراچی   ص ۳۴ و ۳۵

بااینہمہ فرمایا:

ثم اعلم انہ لایلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتۃ عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تکون مکروھۃ او بدعۃ مذمومۃ بل انھا مستحبۃ استحبھا العلماء الاعلام والمشایخ الکرام لمناسبۃ کل عضو بدعاء یلیق فی المقام[1]

پھر یہ جان رکھو کہ اذکارِ وضو کا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعتِ شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے اعلام و اولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیتِ حدیث استحبابِ فعل کی بھی منافی نہیں" وفی الواقع ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدمِ حدیث ہے اور ورودِ حدیث بخصوص فعل لازمِ استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفا لازم آئے کما لا یخفی۔

تنبیہ اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن الاثیر کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمۂ عباد بن صہیب میں حسبِ عادت حکم کیا مگر عند التحقیق اس میں کلام ہے اس باب میں ایک متصل حدیث ابوالاسلم [illegible] ابن حبان نے تاریخ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اصالی غایت یہ کہ ضعیف ہے اور مقام مقامِ فضائل۔

من جملۃ لطیفۃ شرح المنیۃ للامام ابن امیر الحاج تجد ما یرشدک الی الحق کسراج وھاج فی لیل داج۔

امام ابن امیر الحاج کی کتاب حلیہ شرح منیہ کا مطالعہ کرو اس میں تو اندھیری رات میں روشن چراغ کی طرح حق کو پائے گا۔ (ت)

(٥) سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بالاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آپ وغیرہا اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور انھوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود خاتمۂ ثقات کی سخت منکر واقع ہوئے ہیں بااینہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہتے ہیں ان کے سادۂ کرام سلسلۂ سند سے ظاہر شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اُسے ذکر کرکے فرماتے ہیں۔

---

[1] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبرٰی احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ٣٢٥

هذا بما تفرد به عبد الله بن میمون القداح وصرح غیر واحد بانه متهم بالکذب والوضع قال السخاوی لایباح ذکره، لامع ذکر وضعه لکن المحدثین مع کثرة کلامهم فیه ومبالغتهم فیه ورمیه بالوضع لایزالون یذکرونه تبرکون به متسلسل[1]

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اس کے متہم بکذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام سخاوی فرماتے ہیں اس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے ہیں اور اس پر وضع حدیث کا طعن کرتے ہیں پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے ہیں۔ (ت)

اقول یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی،

بسنده الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری بسنده الی ابی الحسن الصیقل بطریقه الی القداح عن الامام جعفر الصادق عن آبائه الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم الله تعالٰی وجوههم عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

اپنی سند سے امام ابو الخیر شمس الدین ابن جزری تک، وہ اپنی سند سے ابو الحسن الصیقل تک، وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباء کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجوہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)

دوسرے بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی،

بسنده الی ابی الحسن الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

اپنی سند سے ابو الحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے متروک سہی حد وضع تک منتہی نہیں، مگر طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں اس پر حکم بطلان نہیں، شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ

من اضاف مؤمنا فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنین فکانما اضاف آدم وحواء ومن اضاف ثلثة فکانما اضاف جبرائیل ومیکائیل واسرافیل[2]

وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے آدم و حوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت کی گویا اس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی مہمان نوازی کی۔ (ت)

---

[1] ثبت حصر الشارد

[2] کنز العمال کتاب الضیافة من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۲۹۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بھذا الوجہ الا بھذا الاسناد[1] (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں،

كما بيناه في الافادة التاسعة اما ما اهمله الشيخ ابو محمد محمد بن الامير المالكي المصري المدرس بالجامع الازهر بعد ايراده في ثبته بالمتن الثاني المذكور فيه الاضافة الى تمام العشرة بذكر الملئكة في الضيافة وهم لا يأكلون ولا يشربون قال فان صح فهو خارج مخرج الفرض والتقدير[2] اه كما انبأنا به في جملة مروياته شيخنا العلامة زين الحرم السيد احمد بن زيني بن دحلان المكي عن الشيخ عثمان بن حسن الدمياطي عن مؤلفه الشيخ الامير المالكي فاقول ليس باعجب مما انبأنا السيد حسين بن صالح جمل الليل المكي عن الشيخ محمد عابد السندي المدني بسنده المشهور الى صحيح مسلم بسنده المعلوم الى ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله عزوجل يقول يوم القيمة يا ابن اٰدم مرضت فلم تعدني الحديث وفيه يا ابن اٰدم استطعمتك فلم تطعمني قال يا رب كيف

جیسا کہ ہم نے اسے نویں افادہ میں بیان کردیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انھوں نے اس کو اپنے ثبت میں متن ثانی مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے اس متن میں ضیافت میں ذکرِ ملائکہ کے ساتھ دس عدد تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تمثیل بطور فرض وتقدیر ہے اھ جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن زینی بن دحلان مکی نے شیخ عثمان بن حسن دمیاطی سے اس کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے **فاقول** یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل اللیل مکی نے شیخ محمد عابد سندی مدنی نے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے وہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی، الحدیث۔ اور اسی میں ہے کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

[1] کنز العمال بحوالہ ابن الجزری حدیث ۲۵۹۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲۹
[2] ثبت ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری

اطعمك وانت رب العٰلمین، قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذٰلك عندی یا ابن اٰدم استسقیتك فلم تسقنی الحدیث المعروف[1]۔

تُو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تُو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تُو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تُو نے نہیں دیا تھا کیا تُو نہیں جانتا کہ اگر تُو اسے کھلا دیتا تو اسے تُو میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تُو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثم اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بر وضع و عمل بما فی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما یظھر مما قدمنا فی الافادة الحادیة والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کر آئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب و تحریم کی باگ مفتریان بیباک کے ہاتھ ہو جائے لاکھوں افعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کر دیں حرام ہو جائے جس کی ترہیب میں گھڑ لیں وہ واجب ہو جائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع بلکہ یہ کہ اگر ترغیب و ترہیب دونوں میں بیان ہوئے تو فعل و ترک دونوں کی جانب پر یہ دونوں ذکر کرتے ہیں پڑھے نہ چھوڑے فاعلموا وافھموا ان کنت تفھم (جان لے سمجھ لے اگر تُو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقۃً محذور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امتثال و اعتقاد ثبوت میں تو بفرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے ع

ما علی مثلھم یعد الخطاء

افادہ بست و نہم (۲۹) اعمال مشائخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو ہمیشہ گنجائش، بالفرض کچھ نہ سہی تو وہ فعل درجہ اسی فعل کہ اعمال مشائخ سے ایک عمل سمجھے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت، صیغۂ اعمال میں تصرف و اختراع مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند حاصل نہیں بلکہ کتب ائمہ علماء و مشائخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا

---

[1] صحیح مسلم باب فضل عیادة المریض مطبوعہ مطبع اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۸

باتوں سے مالا مال ہیں انھیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع[1] میں لکھتے ہیں:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن و چشم را بآں نور دوختن و یا نور را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد و احادیث نفس می نشاند اھ ملخصا۔

اعمال تصریفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھولنا ایسے ہی ہے جیسے اطباء قرابادین سے نسخوں کا استخراج کرلیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور دیجانے کی طرف لگانا اور یا نور کا لفظ بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت ملکیہ کو قوت دیتا ہے اور وسواس سے نجات دلاتا ہے اھ ملخصا (ت)

اسی میں ہے[2]:

چند نوع کرامت از ہیچ ولی الا ما شاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ و کشف و اشراف بر خواطر و از انجملہ ظہور تاثیر در دعا و رقے و اعمال تصریفیہ و تا عالم بفیض نفس او منتفع شود اھ ملتقطا۔

چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الا ماشاء اللہ جدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراست صادقہ کشف احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور ان میں سے تاثیر دعا، دم اور اعمال تصریفیہ میں برکت یہاں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اھ ملتقطا (ت)

عزیزو! خدارا انصاف، ذرا شاہ ولی کے "قول الجمیل" کو دیکھو اور اُن کے والد و مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو، درد سر کے لیے تختہ پر ریتا بچھا کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک پھونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا انھیں آگ لوٹ چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر اُن کے لکھنے کو آدمی جن کی بندش جاننا، دفع جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیم کیلیے

عہ[1] ہامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)
عہ[2] ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہب لنا من لدنک ربحا علیہ الخ (م)

لہ[1] و لہ[2] ہوامع شاہ ولی اللہ

گلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا، استقاط حمل کو کسم کا رنگا گنڈا لٹکانا، عورت کے قد سے ناپنا، جن کو گرہیں لگانا، دو دو نرہ کر آیات قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا، فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، اسقاط ہونے کو عورت کے پیٹ پر دانت سے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفع تعویذ کو چھری سے دائرہ کھینچنا، گنڈل کے اندر چھری رکھنا، عامل و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز دور الینا، اس پر شہمت بہت کیا کیا اعتبار تو غیر معلوم المعنے پڑھنا قتطاع التجا خدا جانے کن سے اُسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا، لیستی پڑھ کر لوٹا گھمانا بخار کو عیسیٰ و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصرع کر تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اس کے سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف سے ملی یہ قرون ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال نفائس اعمال مگر ان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اس سے روشنی بصر کی امید رکھ کر ایک بدعت سے ماثور علما و صلحا کا دستور کتب فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجب ضلال، تو یہ بات جو یہاں نام پاک حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان ہے لہٰذا وہ دل کی دبی آگ بھڑکا کر بدعت شعلہ فشاں ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں اسمٰعیل دہلوی تک سب نے امر اعظم دین تقرب رب العلمین یعنی راہ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی راہیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجاد بندہ ہیں مگر نیک و خوب و دلکش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جاننا یا باعث ثواب تقرب رب الارباب ماننا ان پہلی حضرات کو نہ کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدث فی امرنا ما لیس منہ (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاد کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فہو رد (پس وہ مردود ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ ع

من نکنم آنچہ من خواستم تو مکن آنچہ خواستے

(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی وقمع وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہا تصنیفات شریفہ وتالیفات منیفہ اعلحضرت تاج المحققین سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین سیدی ووالدی ومولای ومقتدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واجزل قربہ منہ اور بقدر حاجت باجمال ووجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ وغیرہا رسائل ومسائل فقیر میں مسطور۔ والحمد للہ العزیز الغفور والصلوٰۃ والسلام علی البشیر النذیر وعلیٰ آلہ وصحبہ الی یوم النشور آمین۔

افادہ سلیم (ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین حق میں سنت ہے)

اقول ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز واستحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہٖ عزوجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشیں۔ وہ حق حقیقت مستقر و مکین ہو۔ ولنہ الحمد من ماؤلی من نعم لا تحصی (خدا ہی کے لیے تعریف ہے جو بےشمار نعمتوں کا مالک ہے۔ ت)، مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے اور اس کا منکر سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھر کی خرابی مگر نہ جانا کہ توہب واضطراب وتعصب وانقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں ؎

گر بماند دور بود باز آید
ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دور رکے تو دور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا
نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا)

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ "ما امر اللہ بہ ان یوصل" میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم العقلی وبصیر العینی عجیب وغریب معنے تراشے کہ بدعت کی طرح حدث کے تماشے ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے اپنی جانیں وارین عقل وہوش چشم وگوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں خادمان شریعت چاکران ملت مالکم تسمعوا انتم ولا اباؤکم (جو تم نے اور تمہارے

آبا و اجداد نے کبھی نہیں سُنیں ۔ ت) بلکہ یہیں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لاطائل کا یہ حاصل ہے حاصل کرارشادات[عہ]
علماء کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور ہو اگرچہ خاص اس
عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے جب کوئی خاص
ثواب وفضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول
ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث وتسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن وغیرہ نہ ہو جائے،
حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع وخلاف اجماع ہے علماء نے جتنے اعمال کو بنظر ورود احادیث مستحب
مانا ان سب میں حدیث حسن وغیرہ ہوگئی ہے دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن وغیرہ ہیں
بس معلوم ہوگیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

عہ۱ اقوال قبول ضعیف کو کہ سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا لیلۃ الجمعہ
شب برات عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت وثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب
مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور حسرتناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے ہاں
احسام ان کے آنے کا ہے یہ باب علم کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور
اگر کوئی بپاس خاطر مولف عمل تسلیم بھی کرے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیث صوم رجب وصلاۃ الاوابین
میں فضل عمل ہے اھ ملتقطا ۱۲ منہ (م)

عہ۲ انوار ساطعہ میں تحت فقرہ اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاوابین
گردن کا مسح رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سرتاپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجاد و ناصواب ہے مستحب کا ثبوت
صحیح یا حسن سے ہوتا ہے شاید کہ ان امور میں بھی تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہوگئے ہیں۔

قال فی الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ
من طرق فی مرد اسمعا ربما ارتقی الی مرتبۃ الحسن[ط]
اقول لکن ھذا اذا کان ضعفہ لسوء ضبط
الراوی الصدوق الامین او لارسالہ او تدلیس
او جہالۃ الحال اما لو کان لفسق الراوی او
کذبہ فلا انتھی ملتقطا

در مختار میں کہا ابن حبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے روایت
کیا ہے، رد المحتار میں ہے اس طرح حدیث مرتبۂ حسن تک
ترقی کر جاتی ہے طحطاوی۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے
جب حدیث کا ضعف صدوق امین راوی کے سوءِ ضبط
یا ارسال یا تدلیس یا جہالت حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف
فسق راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گی انتہی۔ (ت)

پس جس قدر نظائر مولف نے لکھے اور جس قدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

---

۱ براہین قاطعہ مطبع لے بلا ساڈھورہ ص ۹۸

طرح دال ہو اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس
کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے

"مؤلف اپنی خوش فہمی سے معنی قرون ثلثہ میں موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون
میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کم علمی و کج فہمی
ہے بلکہ معنے یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت
ہے۔ وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد
پر موقوف ہو، خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں
آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جنس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ جمیع جزئیات شرع میں موجود ہوگی
اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ
میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو سب
سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں
بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا
ضرور ہے مؤلف اور اس کے اشیاع نے [illegible] اپنے اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل
جواب اس کو ہم اس کتاب میں ضرورۃً لکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو الخ۔"

اقول ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں لکھا ہے کہ آدمی وہابیت اپنا جوہر کر گئی۔ نجدیت بیچاری کے
دو رکن ہیں شرک و بدعت۔ رکن پسین پر قیامت گزر گئی۔ بلکہ اسے طائفہ کی برسوں کی وہ جیتے چھتی بدعت جس کا لقب
بحمد اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط فاحش و کم علمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تابعین نے نہ کیا فلاں صدی
میں شائع ہوا فلاں شخص بانی ہے تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انھوں نے نہ کیا تم کرنے پر
آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے تم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ و تابعین
نے ہرگز نہ کیا ہو بلکہ اس جنس کا بھی کوئی کام نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً و دلالۃً جزئیۃً کلیۃً کسی طرح ارشاد شارع سے
جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں
للہ الحمد اسے حبیب حق کہتے ہیں

طرفہ یہ کہ اب قرون ثلثہ کی وہ بحث نئے طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو مہمل رہ گئی
لفظ کا سوا بکڑا کیجے۔ معنی کی بنا اس پار ہو گئی جب ذہن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم

۱؎ براہین قاطعہ قرون ثلثہ میں موجود ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع بلاساواقع ڈھور ص ۲۸-۲۹

37
37

کیا در میاں ۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی ہے ارشاد شارع محال آگیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی
شریعت اُترے گی کہ اُن کے قرون میں وجود کا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی
موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود، پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا،
محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا بر قواعد شرع عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ
سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے، صاف مکرر و
شرم باشد کہ اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کمی تھی کہہ گئے، ہر جائیں گے تم جو کہے ایسے ہی تھے چلو ے

شرم تجھ کو نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرعی میں موجود وہ سب سنت، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت اب
تیسری شق کی کوئی صورت، تمام اعمال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ
تین حکم شرع تو کافور ہو گئے، اساتذہ جماعہ نے بھی تو ایجی کی دونی ڈگڈگی بجائی یہی بہشتی پر یہ نادہ مزدہ
کرو لگ تو اس کی ہوا سے دور حضرت رائی ہوا خود آپ ہی نہ تھیں اہل حق کا صاف ہی رکھیں، تبھی تعلیم بھلے
تلامذہ نے تعلیم لی اساتذہ سے

تو ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا معتقد عقیدہ تقبیل ابہامین سنت جدیدہ، پرانوں کی سنیئے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ
زنا و ربا و قذف محصنہ و قتل ناحق نفس مومن سب سے بدتر بلکہ عیاذاً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز
کر آخر یا حجاج مانعہ بدعت مانعہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ لعلا اللہ شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل
ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ اس سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ آپ خدا جانے انہوں نے سنت
کو کفر سے ملایا انہوں نے قریب بکفر کو سنت بتایا، خیر طریقے کے لئے ویں ہیں کیا مقال،

کفی اللہ اہل الحق القتال والحمد للہ المہیمن	اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام
المتعال و الصلاۃ والسلام علی ذی الافضال	تعریف اس باری تعالیٰ کے لیے جو محافظ و بلند ہے

عہ ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت
میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لاباس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

وآلہ وصحبہ خیر صحب وآل آمین۔

اور صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جو صاحب فضل واکرام ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین (ت)

حکم اخیر وخلاصہ تحریر: بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث وبہ تصریح کتب فقہیہ مستحب ومندوب وامید گاہ فضل مطلوب وثواب مرغوب جو کتب علماء وعمل قدماء وترغیب وارد پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی اُمید واحسن ظن وصدق نیت باعث فضل جدید اور جو اُسے مکروہ وممنوع وبدعت مانے جہل وخالی علمائے کرام مقتدایان عوام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ بدمذہب کا رد اور اُس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی[1] منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر کما بینہ المولی المحقق فی فتح القدیر وغیرہ فی غیرہ[2]۔ جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب ومندوب تو آپ ہی افضل،

والحمد للہ ولی الانعام والفضل والصلوٰۃ والاکمل السلام علی سید الختام قمر التمام وآلہ وصحبہ الغر الکرام آمین۔

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو انعام کا مالک ہے اور افضل صلوٰۃ اور اکمل سلام ہو انبیاء کے خاتم وسربراہ پر جو چودھویں کا کامل چاند ہیں، اور آپ کی آل واصحاب پر جو بہت ہی روشن اور مکرم ہیں آمین! (ت)

خاتمہ فوائد منثورہ میں: ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلاد نزدیک و دور سے بارہا آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھ دیا بارِ آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جزو تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں وبریلی ورامپور وقیہم عن الشرور ونقیہم السرور (جو شر سے دور سرور سے معمور رہتے ہیں۔ت) سے مُہریں کرائیں تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اُسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جونا گڑھی زید مجدہم حفظہ اللہ عن شرکل بشر وردی (اللہ تعالٰی انہیں ہر شریر اور نظر بد کے شر سے محفوظ رکھے۔ت) واہتمام تمام مولانا المکرم مولوی محمد عزالدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کاسمہ عز الدین

---

[1] یہ لفظ یہاں عجب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہابیہ حوض کو وضو کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

[2] کلمہ ردحوا سیرہ وآخرت کلمۃ فی المیاہ ۱۲ منہ (م)

[3] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۲

وعمومہ عمران الدین المتین (اللہ تعالٰی انھیں ان کو تام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دینِ متین کو آباد فرمائے۔ ت)، وجاہت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بہما المولٰی اللطیف (لطف فرمانے والا مولٰی ان دونوں پر لطف فرمائے۔ ت)، ماہ مبارک اشرف وافضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا مسئلہ کا منقیض سے مضامین کثیرہ کا، تقا و افادہ دلنواز ہوا اور اُدھر کاپی کی تیاری، ادھر تصنیف جاری، جو جز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا[1] (تمام تعریف اللہ کے لیے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت) جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جدا کرلیا اُدھر تعجیل ادھر ورود فتاوی سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی، بعض زوائد ماضیہ کی تجدید رہ گئی، بعض نے عطر یا حاضر میں وقت غابر میں بجلی کی سی تیز کہ سیارہ جیسے بدیلہ حرکت بعینے القطع حیہ کا تارک منتہی کا طالب ہے، الحاق باقی مراتب ماضیہ سے متیسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل نادرہ کہ متعلق بابواب سابقہ تحریر اور انھیں مسائل شتی یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتفاءً بعض یہ فوائد منثورہ بطور تتمہ سلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱: نفیسہ جلیلہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارہ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں، فضیلت وافضلیت میں ... ہے جس میں ضعاف باتفاق قابل قبول اور یہاں بالاجماع مردود و نامقبول۔

اقول جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افادات سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کرلیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہِ اولیں سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا ضاعت حق غیر وغیرہا مخالفت شرع کا اصلاً بوجہ من الوجوہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں، جن بندگانِ خدا کا فضل تفصیلاً خواہ اجمالاً دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و حسان سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے مانے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا، یہ جبھی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہوجائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتمل کہ عند اللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا یہ صریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مقصودِ تحلیل حرام و تضییع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کا جو حق مرتبہ تھا اور کہ دیا اس کو، یہ اسی صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۰

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں معاملہ عقائد میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث سقام وضعاف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تفضیل حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح معاندت شریعت ومعاندت سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا کما بیناہ فی کتابنا المبارک **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین**[1]

(جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر واجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر واجماع کے مقابل آحاد ہرگز نہ سنے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ قالوا فما اولت ذلک یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا: دین۔ ت) فرماتے ہیں:

لئن سلم تخصیصہ بہ (ای بالفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) فھو معارض بالاحادیث الکثیرۃ البالغۃ درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فلا تعارضہا الاحاد، ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اھل السنۃ والجماعۃ علی افضلیتہ وھو قطعی فلا یعارضہ ظنی۔[1]

اگر یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر دال ہیں اور آحاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں، اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہلسنت وجماعت افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظنی اس کا معارض کیسے ہوسکتا ہے! (ت)

بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ مواقف وشرح مواقف میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں آحاد صحاح بھی نامسموع،

حیث قالا لیست ھذہ المسألۃ یتعلق بہ

ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱/ ۹۶

عمل فیکتفی فیہا بالظن الذی ھو کاف فی الاحکام العملیۃ بل ھی مسألۃ علمیۃ یطلب فیہا الیقین۔[1]

میں دلیل ظنی کافی ہوجائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لیے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ وسیر کی موحش حکایتیں قطعی مردود ہیں)۔ افادہ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہوچکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں مطعونوں شدید ضعفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اس کی غالب روایات سیر و تواریخ ہیں جنہیں علماء ایسوں سے روایت کرلیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف و سقیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا ہوا ہے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب اباطیل بھرے ہیں کما لایخفی بہرحال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں تو بدمذہبی ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ہے۔ سیر جن بالائی باتوں کے لیے ہے اس حد سے تجاوز نہیں کرسکتے اس کی روایات مذکورہ کسی حیض و نفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ ان واہیات معضلات و بے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا ان کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف و مضاد حق مبین آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر و خرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین و ام المومنین و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت و صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش و مہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب و واہیات اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور ان سے قرآن عظیم و ارشادات مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اجماع امت و اساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ انہیں سن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنٰی مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہوسکتے نہ کہ ان محبوبان خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالامال ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

لاتجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق

کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع از موقف سادس فی السمعیات منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۴۲

نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا فان ذلک ثبت متواترا۔[1]

ہے ۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ تواتر ثابت ہے ۔ (ت)

حاشیہ ۔ اگر مورخین واشباہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابلِ التفات ہوں تو اہلبیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملٰئکہ مقربین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان عصابات محمدہ نے حضرات سعداء اتقیاء مولٰنا آدم صفی اللہ و داؤد خلیفۃ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحانِ امت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال وضلال کے ہفوات اور سیر وتواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشروح شفا ومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمے سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالٰی:

از جملہ توقیر وبر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مرایشاں را وحق است مرکسے را کہ ثنا کردہ حق تعالٰی بروے وراضی ست از وے کہ ثنا کردہ شود بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است ۔ کفر والا بدعت وفسق ، وہمچنیں ، مساک وکف نفس از ذکر اختلاف و منازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگزاشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین وجہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم واحترام درحقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لیے دعا وطلب مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کی اللہ تعالٰی نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن وسب کرنیوالا دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر ورنہ بدعتی وفاسق ، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

[1] احیاء علوم الدین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ ، اللعن مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۳/ ۱۲۵

قوادح وزلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافترا است وطلب کردن ومانچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات باحسن تاویلات واصوب مخارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وحمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں با آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقینی ست وماورائے آں ظنی است وکافیست دریں باب کہ حق تعالٰی برگزیدہ ایشاں را برائے صحبت حبیب خود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طریقۂ اہل سنت وجماعت دریں باب ایں است در عقائد نوشتہ اند لا تذکر احدا منھم الا بخیر (ف) وآیات واحادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً وخصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است[1] اھ مختصرا۔

اور ان اخبار وواقعات سے اعراض کیا جائے جو مورخین جاہل راویوں اور گمراہ وغلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کرکے ان کی طرف منسوب کردیے اور ان کے ڈھنگ جاننے سے کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اور ان کے درمیان جو محاربات ومشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ وتاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں اپنے حبیب علیہ السلام کی صحبت کیلئے منتخب فرمایا ہے اہل سنت وجماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لیے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات واحادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس مسئلہ میں کافی ہیں اھ مختصرا (ت)

امام محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں، ما نقلہ المؤرخون قلۃ حیاء وادب[2] (مورخین کی نقلیں قلت حیا وادب سے ہیں) امام اجل ثقہ ثبت حافظ متقن قدوہ یحیٰی بن سعید قطان نے کہ اجلۂ ائمۂ تابعین سے ہیں عبید اللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا تکتب کذبا کثیرا[3] (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی المیزان عہ (اس کا ذکر میزان میں

عہ فی ترجمۃ محمد بن اسحٰق حیث قال   اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں (باقی اگلے صفحہ پر)

ف: مدارج النبوۃ مطبوعہ سکھر میں "وآیات" کا لفظ نہیں ہے

---

[1] مدارج النبوۃ وصل در توقیر حضور واصحاب وے صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/۲۰۳

[3] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۶۹

ہے ۔ ت ۔ تفصیل اس بحث کی اُن رسائل فقیر سے مل جائے گی جو مسئلہ حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیے یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں :

جملہ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان ھذہ الجملۃ موضوعۃ ومفتراۃ و بعضے فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمردہ اند و در سیر خود ایں جملہ را اوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندۃ محدثین است مع الحکم بالصحۃ وحدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اشتلا گوش باں نمی نہند[1]

جملہ لعن اللہ من تخلف عنہ کتب اہل سنت میں ہرگز موجود نہیں ، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے ، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہلسنت ظاہر کیا ہے اور اہل سنت کو الزام دینے کے لیے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں ، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو ، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ ، جو کہ ہرگز قابل سماعت نہیں ۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالہ عندی ذنب الا ما صنع فی السیرۃ من الاشیاء المنکرۃ المنقطعۃ والاشعار المکذوبۃ، قال الفلاس سمعت یحیی القطان یقول لعبید اللہ القواریری الی این تذھب ، قال الی وھب بن جریر اکتب السیرۃ قال تکتب کذبا کثیرا[2] ملخصا۔

انھوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انھوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات اور جھوٹے اشعار شامل کر دئے ہیں ، فلاس نے کہا میں نے یحیٰی قطان کو عبید اللہ قواریری سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کہاں جا رہے ہو ، انھوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے ، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱ھ ملخصا (ت)

عہ **اقول** یعنی در امثال باب تا باب احکام حاما دون اوکہ باب تساہل ست نقل معتمدی بسند است

اقول یعنی یہ مثال مقام تا باب ... میں ہے اس کے علاوہ جو باب قابل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم طعن سوم از مطاعن ابی بکر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

[2] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۶۹

فائدہ ۳: (اظہر یہی ہے کہ تفرد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادہ دہم دیکھئے جو حدیث ابن
پندرہ قرآن وضع سے منزہ ہو ہم نے اس کے بارہ میں کلمات علما تین طور پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرد کذاب
ہو تو موضوع تفرد متہم ہو تو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب
ہے افادہ ۰ میں امام سخاوی سے اس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و
صریح حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث
حکم عقل اس کی تقویت کا بیان کیا۔

والآن اقول یہی مذہب فقیہ نے کلام امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج سے استنباط کیا،
فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انھوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان
سے حدیث سنی اس پر پوچھا گئے، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی
ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی

ثم اقول اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذوب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی
سچ کہتا ہے۔ ت) میں کلام نہیں اور یہ بھی حکم کریں شخص و حد کا حدیث حدیث سے تفرد نکلی یہاں تک کہ
غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بضعف قریب و ضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن
کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لاجرم
یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر
ہے بلکہ ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جو نری گھڑت اور افترا ہو اور نبی صلی اللہ تعالٰی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دیگر چند بے سند است چنانکہ در
افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب در ہمچو
مقام بر بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است
کما لایخفی علی من طالع کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق
ایں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (م)

دوسری جا ہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں افادہ
میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے
مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس
پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے، آخر کار
اس معنی کی مکمل تحقیق ہم نے آخری فائدہ میں کردی ہے
۱۲ منہ (ت)

عہ بناءً علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(باقی اگلے صفحہ پر)

علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو۔ علوم الحدیث امام ابوعمرو و تقریب میں ہے: الموضوع ھو المختلق المصنوع[1]
(موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت)

الفیہ میں ہے:

شر الضعیف الخبر الموضوع
الکذب المختلق المصنوع[2]

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ پر گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے:

الموضوع ھو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویسمی المختلق[3]

موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔ (ت)

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شمار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعوٰی نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النخبۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا

ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالٰی علیہ وسلم فیقال لہ الموضوع علی فلان ومطلقہ لایراد بہ الا المکذوب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہ یبتنی ما فی الارشاد وان اطلقت فانت فی سعۃ منہ کما ھو ظاھر کلام أحمرت ۱۲ منہ (م)

کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے "موضوع علی فلاں" کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہوگا جو ارشاد میں ہے اسی کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۲۷۴
[2] الفیۃ الحدیث مع فتح المغیث بحث الموضوع دار الامام طبری بیروت ۱/ ۲۹۳
[3] ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نبذۃ لطیفۃ الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ ۱/ ۱۳

من ثبت عنه تعمد الكذب فی الحدیث و ان کان وقوعه مرۃ لم یقبل حدیثه ابدا، فالمراد بالموضوع فی اصطلاح المحدثین هذا لا انه ثبت کذبه وعلم ذلك فی هذا الحدیث بخصوصه، والمسألۃ ظنیۃ والحکم بالوضع والافتراء بحکم الظن الغالب اھ ملتقطا

ہے اور ایسا شخص جس سے حدیث میں عمداً جھوٹ ثابت ہوجائے خواہ وُہ ایک ہی دفعہ ہو اس کی حدیث ہمیشہ قبول نہیں کی جائے گی، تو اصطلاحِ محدثین میں موضوع سے مراد یہی ہے یہ نہیں کہ اسی خاص حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت و معلوم ہو، اور چونکہ مسئلہ ظنی ہے لہذا وضع و افترا کا حکم ظن غالب کی بنا پر ہوگا اھ ملخصاً (ت)

اقول غور طلب تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذاللہ کسی طمع دنیا یا تائید مذہب فاسد یا غضب و رنجش وغیرہا کے باعث ہو ظن غالب ہوجائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع و افترا ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد نہ ہو، ورنہ اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ علانیہ گواہی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر ہر جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظن غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے، وجہ ان میں اسی پر شہادت کو بس ہے اور اگر یہ سند ہی جائے تو امام عظیم الشان محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سنئے محمد بن اسحٰق صاحب سیرت و مغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہیب پھر یحیی بن قطان نے کذاب کہا،

اخرجه ابن عدی عن ابی بشر الدولابی و

ابن عدی نے ابوبشر دولابی سے اور

عــه حاصل التفصی عن هذا فی المیزان بقوله قلت وما یدری هشام بن عروۃ فلعله سمع منها فی المسجد او سمع منها وهو صبی او دخل علیها فحدثته من وراء حجاب فای شیئ فی هذا وقد کانت امرأۃ قد کبرت واسنّت اھ۔ ۱۲

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے ہوجاتی ہے: میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید انہوں نے اس سے مسجد میں سنا یا اس وقت اس سے سنا جب وُہ بچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون بوڑھی اور سن والی ہوچکی تھی (صاحبِ فتنہ ذکی) اھ (باقی اگلے صفحہ پر)

لمعات التنقیح شرح المشکوٰۃ فصل فی اصطلاح الا مطبوعہ المعارف العلمیۃ لاہور ۱/۲۸

میزان الاعتدال ترجمہ ۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۷۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال افبمثل ھذا یعتمد علی تکذیب رجل من اھل العلم ھذا مردود ثم قد روی عنہ محمد بن سوقۃ [1]

اقول لقائل ان یقول ان الحفاظ المتقدمین ربما یعرفون کذب الرجل بقرائن تلوح لھم ولقد نری قوما من الائمۃ یکذبون رجلا ولا یذکرون من السبب الا ما ھو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتبدولنا احتمالات شتی تحمل الامر کذا اعنی ان کذ وھی جمیعا منتفیۃ عندھم نص علی ذلک الامام النووی فی مواضع من شرحہ صحیح مسلم فقال ھنا قاعدۃ ننبہ علیہ ثم نحیل علیہا فیما بعد ان شاء اللہ تعالٰی وھی ان عفان رحمہ اللہ تعالٰی قال ان ابا ھشام (ھو ابن زیاد الاموی یعنی لما ضعفوہ من قبل ھذا الحدیث کان یقول حدثنی یحیی عن محمد ثم ادعی بعد انہ سمعہ من محمد وھذا القدر وحدہ لا یقتضی ضعفا لانہ لیس فیہ تصریح بکذب لاحتمال انہ سمعہ من محمد

پھر کہا، کیا اس طرح کی صورت میں اہلِ علم شخص کو جھوٹا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں)، پھر اس سے محمد بن سوقہ نے بھی روایت لی ہے[1]

اقول (میں کہتا ہوں) قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرائن کی وجہ سے جانتے ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سبب ذکر کیا مگر وہ سبب جو ہمارے نزدیک قاصر ہے کیونکہ ان قرائن کو نہیں جانتے تو ہمارے متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے، شاید یہ ہو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے ہاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں اگر اللہ تعالٰی نے چاہا اس پر حوالہ دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالٰی نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی، جبکہ لوگوں نے یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا) جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحیٰی نے محمد سے بیان کیا پھر دعوٰی کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحۃً نہیں ہے ممکن ہے اس نے محمد سے سنا ہو

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۰ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴۷۱/۳

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم نسيه فحدث عن يحيى عنه ثم ذكر سماعه من محمد فرواه عنه ولكن انضم الى هذا قرائن وامور اقتضت عند العلماء بهذا الفن الحذاق فيه المبرزين من اهله العارفين بدقائق احوال رواته انه لم يسمعه من محمد فحكموا بذلك لما قامت الدلائل الظاهرة عندهم بذلك وسيأتى بعد هذا اشياء كثيرة من اقوال الائمة فى الجرح بنحو هذا وكلها يقال فيها ماقلنا هنا والله تعالٰى اعلم۔[1]

پھر بھول گیا ہو پھر ہشام نے یحیی سے حدیث بیان کی ہو پھر یحیی کو محمد سے سماع یاد آیا تو دونوں نے محمد کے واسطے سے روایت بیان کی ہو، لیکن اس فن کے ماہرین اور اس کے راویوں کے دقیق احوال پہچاننے والوں پر ایسے قرائن آشکار ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے محمد سے نہیں سُنا، جب ان کے ہاں اس پر دلائل ظاہری قائم ہوگئے تو اب انہوں نے یہ فیصلہ دے دیا کہ ہشام نے محمد سے نہیں سُنا اور اس کے بعد عنقریب ائمہ کے اقوال میں اسی طرح سے کثرت کے ساتھ جرح کا ذکر آئے گا ان سب میں وہی بات کہی جائے گی جو ہم نے بیان کردی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

وقال بعد ذلك معنى هذا الكلام ان الحسن بن عمارة كذب فروى هذا الحديث عن الحكم عن يحيى عن علي وانما هو عن الحسن البصرى من قوله وقد قدمنا ان مثل هذا وان كان يحتمل كونه جاء عن الحسن وعن على لكن الحفاظ يعرفون كذب الكاذبين بقرائن وقد يعرفون ذلك بدلائل قطعية يعرفها اهل هذا الفن فقولهم مقبول فى كل هذا[2] اھ۔

اور اس کے بعد کہا کہ اس کلام کا معنٰی یہ ہے کہ حسن بن عمارہ نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حدیث کو حکم از یحیی از علی روایت کیا حالانکہ وہ حسن بصری سے ان کے قول سے مروی ہے اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ اس کی مثل اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حسن سے اور علی سے ہو، لیکن اس فن کے حفاظ قرائن سے جھوٹوں کے جھوٹ سے آگاہ ہوجاتے ہیں اور اس کو وہ ایسے دلائل قطعیہ سے جان لیتے ہیں جن کو صرف اہل فن ہی پہچانتے ہیں لہٰذا ان کا فیصلہ ان تمام میں مقبول ہوگا اھ۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] شرح صحیح مسلم باب بیان الاسناد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

[2] " " " " ۱/۱۴

اشھد ان محمد بن اسحٰق کذاب۔ قلت وما یدریك قال قال لی وھیب فقلت لوھیب وما یدریك قال قال لی مالك بن انس فقلت لمالك وما یدریك قال قال لی ھشام بن عروۃ قلت لھشام بن عروۃ وما یدریك قال حدث عن امرأتی فاطمۃ بنت المنذر، وادخلت علی وھی بنت تسع وما راھا رجل حتی لقیت اللہ تعالٰی۔[1]

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق کذاب ہے۔ میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہا مجھے وہیب نے بتایا۔ میں نے وہیب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس نے بتایا تھا، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا۔ میں نے ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے حدیث بیان کی ہے اور ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ اس کا وصال ہوگیا۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اما قولك افبمثل ھذا یعتمد؟ اقول فتراك ھٰؤلاء الائمۃ الجلۃ الامجاد ھم یشھدون جزافا من دون ثبت ثم ھذا کلہ انما ذکرتہ لیعرف ان الذھبی کیف یحتال للذب عن قدری امرہ قد ظھر واذا وقع بسنی اشعری او ولی للہ صوفی صار لایبقی ولا یذر کما بینہ تلمیذہ الامام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ تعالٰی فی الطبقات والا فالراجح عندنا ایضا ھو توثیق ابن اسحٰق کما ستذکرہ ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

باقی آپ کا یہ قول کیا ایسی بات پر اعتماد کیا جائے؟ اقول (میں کہتا ہوں) عظیم ائمہ پر اس بات کا افترا ہے کہ وہ اندازے سے کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے۔ یہ تمام اس لیے ہم نے ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ ذہبی نے کس حیلہ قدری سے کذب کیا، جس کا معاملہ واضح تھا اور جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی ولی اللہ صوفی کا ہو تو وہ نہ چھوڑتے نہ باقی رہنے دیتے جیسے کہ ان کے شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ تعالٰی نے طبقات میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح یہی ہے کہ ابن اسحٰق ثقہ ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحٰق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۴۷۱

[2] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ محمد اسحاق دار الفکر بیروت ۶/ ۲۱۱۶

امام بخاری جزء القراءۃ خلف الامام میں توثیق ابن اسحٰق[1] ثابت فرمانے کو اس سے جواب دیتے ہیں:

رأیت علی بن عبد اللہ یحتج بحدیث ابن اسحاق وقال علی عن ابن عیینۃ ما رأیت احدا یتھم محمد بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک

میں نے علی بن عبد اللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیینہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

عــه نقلہ الزیلعی فی نصب الرایۃ قبیل کتاب الخنثی ۱۲ منہ (م)

جیسے کہ زیلعی نے نصب الرایۃ میں کتاب الخنثی سے تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

عــه ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ مستحب تعجیل المغرب فرماتے ہیں:

توثیق ابن اسحٰق ھو الحق الابلج وما نقل عن کلام مالک فیہ لا یثبت ولو صح لم یقبلہ اھل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ ھو امیر المؤمنین فی الحدیث وروی عنہ مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وابن علیۃ وعبد الوارث وابن المبارک واحتملہ احمد وابن معین وعامۃ اھل الحدیث غفر اللہ تعالٰی لھم وقد اطال البخاری فی توثیقہ فی کتاب القراءۃ خلف الامام لہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحٰق واصطلح معہ وبعث الیہ ھدیۃ ذکرھا[1] ۱۲ منہ (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت نہیں، اگر وہ ثابت ہی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں قابل قبول نہیں، وہ کیسے ہو حالانکہ شعبہ نے ان کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابن ادریس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن علیہ، عبد الوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت لی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین (رحمہم اللہ تعالٰی) نے ان کے بارے میں (عدم توثیق کا) احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القراءۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحٰق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا، ان کے ساتھ متفق ہوگئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا انھوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حاشیہ فتح القدیر فصل فی استحباب التعجیل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۰

تناوله عن ابن اسحاق فربما تكلم الانسان فيرمى صاحبه بشيء واحد ولا يتهمه في الامور كلها۔[۱]

محمد بن اسحٰق پر اتہام کرتا ہو (آگے چل کر کہا) اور اگر امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے پر کسی ایک بات میں طعن کرتا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا۔ (ت)

دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر بات میں متہم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعہ میں فرماتے ہیں:

قال الزركشي في نكته على ابن الصلاح بين قولنا موضوع وقولنا لا يصح بون كبير فان الاول اثبات الكذب والاختلاق والثاني اخبار عن عدم الثبوت ولا يلزم منه اثبات العدم وهذا يجيئ في كل حديث قال فيه ابن الجوزي لا يصح ونحوه قلت وكان نكتة تعبيره بذلك حيث عبر به انه لم يظهر له في الحديث قرينة تدل على انه موضوع بغاية الامر انه احتمل عنده ان يكون موضوعا لانه من طريق متروك او كذاب وهذا انما يتم عند تفرد كذاب او متهم على ان الحافظ ابن حجر حصر هذا في النخبة باسم المتروك ولم ينظمه في سلك الموضوع۔[۲]

زرکشی نے اپنی نکت علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے قول موضوع اور لا یصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے لا یصح کہا یا اس کی مثل کوئی کلمہ کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے لیے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہری قرینہ نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صرف کذاب یا متہم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

دیکھئے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہے

---

[۱] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ آخر کتاب الوصایا مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ صاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴۱۹/۴

[۲] تنزیہ الشریعۃ لابن عراق کتاب التوحید فصل ثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰/۱

لا یصح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھی اگر غلبۂ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبۂ ظن کافی اور بلا شبہہ حجت شرعی ہے۔

اقول والاشارۃ فی قولہ خص ھذا

اما تلمح الی الاقرب وھو المتھم فھو الذی خصہ الحافظ باسم المتروك اما ما تفرد بہ کذاب فھو عین الموضوع عندہ، فانما عرفہ بما فیہ الطعن بکذب الراوی فلیتنبہ ھذا حکلہ ما ظھرلی والحمد للہ العلی الاعلٰی۔

اقول زرکشی کے الفاظ "خص ھذا" میں

اشارہ اقرب کی طرف یعنی متہم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بعینہ موضوع ہے کیونکہ انہوں نے خود موضوع کی تعریف یہی کی ہے کہ جس میں کذب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لیے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کرکے لکھا تھا:

ھذا ما ظھر لنا والمحل محل تامل فلیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا۔

یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر ہے ہمہ پہلو غور کرو، شاید اللہ تعالٰی اس کے بعد کوئی دوسرا امر ظاہر فرمادے۔ (ت)

الحمد للہ اب بوجوہ کثیرہ اس کی تائید حاصل ہوا کلام امام سخاوی کی تقریر کلام علامہ قاری و علامہ مناوی میں اس کے نظائر صریح کلام امام جلیل شعبہ بن الحجاج سے استنباط صحیح توفیق امام ابن الصلاح، امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی کا قصہ تخریج حدیث سے تائید دلیل عقل سے تشیید کلام امام بخاری و علامہ ابن عراق سے تاکید الحمد للہ سرا و جھرا فقد حقق رجائی واحدث امرا (تمام خوبیاں ظاہر و باطن اللہ کے لیے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ ت)

تنبیہ (تنبیہ متعلق افادہ ۲۵ کہ کتب موضوعات میں ذکر حدیث مولف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہئے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لا یصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بے چیزے نیست ظاہرًا خود مؤلف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال درج کتاب کیا ماعلمتہ فلعلہ حسن وجیہ ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کرلیجئے۔ ت)

فائدہ ۴: (مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابو طالب مکی نے اسی کو مذہب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(لا جرح (بان له راویا) واحدا (فقط) دون غیره (وهو مجهول العین باصطلاح) کسمعان لیس له راوغیر الشعبی فان المناط العدالة و الحفظ لا تعدد الرواة وقیل لا یقبل عند المحدثین وهو تحکم[1] اه مختصرا۔

اس میں جرح (نہیں کہ (اس کا راوی) فقط ایک ہے (اور وہ اصطلاح میں مجہول العین ہے، مثلاً سمعان اس سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ مدار عدالت و ضبط ہے راویوں کا متعدد ہونا نہیں بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ زیادتی ہے اھ مختصراً۔ (ت)

پس در بارہ مجہول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجہول العین دونوں حجت، ہاں مجہول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول۔

تنبیہ: (غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے) مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اسی سے مراد مجہول العین ہے، امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں:

جهالة العین وهو غالب اصطلاح اهل هذا الشان فی هذا الاطلاق[2]۔

محدثین جب مطلقاً مجہول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۵: (فائدہ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لیے ورود صحیح کی حاجت نہیں) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ بارہ الاحکام میں ضعیف محتاج ورود صحیح نہیں اور دلیل ثابت ہیں، یہی کے وشس نظار کے پتے دے سب سے اجل و اعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعاظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاہین و ابو بکر خطیب بغدادی و امام سہیلی و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف در بارہ فضائل

عہ فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف رضی قم ۲/ ۱۴۹

[2] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹

ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیثِ صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر ان کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اس کے مقابل کی صحاح اسی سے منسوخ ٹھہرائیں۔ شرح مواہب لدنیہ میں ہے:

قال السیوطی فی سبیل النجاۃ مال الی ان اللّٰہ تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ وحفاظ الحدیث واستندوا الی حدیث ضعیف لا موضوع کالخطیب وابن عساکر وابن شاھین والسھیلی والمحب الطبری والعلامۃ ناصر الدین ابن المنیر وابن سید الناس ونقلہ عن بعض اھل العلم ومشی علیہ الصلاح الصفدی، والحافظ ابن ناصر، وقد حمل ھؤلاء الائمۃ ھذا الحدیث ناسخا للاحادیث الواردۃ بما یخالفہ ونصوا علی انہ متاخر عنھا فلا تعارض بینہ وبینھا ھ وقال فی الدرج المنیفۃ جعلوہ ناسخا ولم یبالوا بضعفہ لان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی الفضائل والمناقب وھذہ منقبۃ ھذا کلام ھذا المجتھد وھو فی غایۃ التحریر[1] اھ ملخصا۔

امام سیوطی نے سبیل النجاۃ میں فرمایا کہ ائمہ و حفاظِ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذاتِ اقدس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن شاہین، سہیلی، محب طبری، علامہ ناصر الدین بن منیر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد مخالف احادیث کے لیے ناسخ قرار دیا اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ان سے موخر ہے لہٰذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں، اھ اور درج المنیفہ میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناسخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پروا نہیں کی کیونکہ فضائل و مناقب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ اس ماہرِ حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے اھ ملخصا (ت)

تنبیہ ضروری (وہابیہ کے ایک کید پر آگاہی)۔ **اقول** جب کسی اصل کا کلماتِ علماء سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متاصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرضِ مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرعِ خاص منظور کسی اور وجہ سے اس کو مسلّم ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/۱۹۶

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو روضہ اور فصل کو مشروع ٹھہرانا اسی قدر سے استدلال تمام ہو گیا اگرچہ یہیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو یونہی یہاں اتنی بات سے کلام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جب نا ولوی غنا تو یہ دو مشتبہ ہو گی اگرچہ ہر قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کرکے ان ضعاف کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ مشکلین وہاں یہ دھوکے دیتے اور خارج از بحث اسی قرینہ کے ترجیح و تضعیف کی رٹ لگا جاتے ہیں۔ خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدۂ یازدہم اصول ارشاد شریف میں ان سفہا کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتۂ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات[۱۲] میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا فلیحفظ۔

فائدہ ۹ (فائدہ ۹ متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و دفع بے ضرر ہو اس کی ایک اور نظیر تیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

حیث قال ینبغی ان یجعلها حیال احد حاجبیه لما روی ابو داود من حدیث ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابیها رضی الله تعالٰی عنه قال ما رأیت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعله علی حاجبه الایمن او الایسر ولا یصمد له صمدا، وقد اعل بالولید بن کامل وبجهالة ضباعة، لکن هذا الحکم مما یجوز العمل فیه بمثل هذا، لانه من الفضائل اه باختصار[1]

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سترہ دونوں ابروؤں میں سے کسی ایک کے سامنے قرار دیا جائے جیسا کہ ابوداؤد نے ضباعہ بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارک کے سامنے کر دیتے بالکل سیدھا اس کی طرف رخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

عہ اواخر کراہۃ الصلاۃ قبیل الفروع ۱۲ منہ (م)

[1] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

ایک اور اعلیٰ واجل نظیر کلام امام حافظ محدث ابوبکر بیہقی و امام محقق علی الاطلاق و امام ابن امیر الحاج و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید ابن عابدین شامی وغیرہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابوعمرو یا ابومحمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ابی القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دربارہ سترہ نماز مروی ہوا:

فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا[1] — اگر اس کے پاس لکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔

امام ابوداؤد نے کہا امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا:

لم نجد شیئا نشد بہ ھذا الحدیث ولم یجیئ الا من ھذا الوجہ[2]۔ — ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیرہم ائمہ نے اس کی تضعیف فرمائی بلکہ خود علمائے مذکورین

عہ قال فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار وقد یعارض تضعیفہ بتصحیح احمد وابن حبان وغیرہما لہ اھ وعقبہ فی الحلیۃ بما یاتی عنہا من قولہ ویظھر ان الاشبہ الخ وقال فی المرقاۃ قد اشار الشافعی الی ضعفہ واضطرابہ قال ابن حجر صححہ احمد وابن المدینی وابن المنذر وابن حبان وغیرھم وجزم بضعفہ النووی اھ ملخصا قلت وھو وان فرض صحتہ لم یضرنا فیما نحن بصددہ لما قدمنا فی التنبیہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

حلیہ میں پھر ردالمحتار میں ہے کہ اس کی تضعیف کی، احمد اور ابن حبان وغیرہ کی تصحیح کے معارض کی جاتی ہے اھ اور حلیہ میں اس کا تعاقب ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جو آگے آ رہے ہیں یعنی "وان یظھر ان الاشبہ الخ" اور مرقات میں ہے کہ امام شافعی نے اس کے ضعف اور اضطراب کی طرف اشارہ کیا ہے، ابن حجر نے کہا کہ احمد، ابن مدینی، ابن منذر اور ابن حبان وغیرہم نے اس کی تصحیح کی ہے اور امام نووی نے اس کے ضعف پر جزم کیا ہے اھ ملخصا۔ میں کہتا ہوں اگر اس کی صحت بھی فرض کر لی جائے تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان دہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] و [2] سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم یجد عصا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰۰

سے تصریح کی کہ حدیث ضعیف بھی ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اس میں نفع بے ضرر ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول ہے:

قال البیہقی لاباس بالعمل به وان اضطرب اسناده فی مثل ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی۔[1]

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے مگر اس طرح کے مسائل میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

حلیہ میں فرمایا:

یظھر ان الاشبه قول البیہقی ولاباس بالعمل بھذا الحدیث فی ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی وجزم به شیخنا رحمہ اللہ تعالٰی فقال والسنة اولٰی بالاتباع۔[2]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول کہ اس حکم میں اس حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی اشبہ و مختار ہے۔ اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنت زیادہ لائق اتباع ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

من جوزه استدل بحدیث ابی داؤد وتقدم مافیه لکن قد یقال انه یجوز العمل بمثله فی الفضائل کما مر آنفا ولذا قال ابن الھمام والسنة اولٰی بالاتباع۔[3] اھ ملخصا۔

جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ پیچھے بیان ہو چکا لیکن کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور اسی لیے امام ابن الہمام نے فرمایا سنت زیادہ لائق اتباع ہے اھ ملخصا۔ (ت)

نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

ان سلم انه یعنی الخط غیر مفید فلا ضرر فیه مع مافیه من العمل بالحدیث الذی یجوز العمل به فی مثله۔[4]

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں باوجود اس کے محل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب السترۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴۴۶/۲

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] غنیۃ المستملی ورث فی الخاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

[4] " " " " ص ۳۶۹

ردالمحتار میں ہے:

یسن الخط کما ھو الروایۃ الثانیۃ عن محمد لحدیث ابی داؤد فان لم یکن معہ عصا فلیخط خطا وھو ضعیف لکنہ یجوز العمل بہ فی الفضائل ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولٰی بالاتباع[1]۔

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے انہوں نے ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا: "اگر نمازی کے پاس عصا (لکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے" یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اسی بنا پر امام ابن ہمام نے فرمایا: سنت زیادہ لائق اتباع ہے۔ (ت)

تنبیہ (فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنہ ہیں نہ صرف ثواب اعمال)، ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سُترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اسی معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۱۲ میں ذکر کیا تھا کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہیں یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثواب اعمال، یہاں سے خیالات باطلۂ گنگوہیہ کی تلطیخ کامل ہوتی ہے فللہ الحمد۔

فائدہ ۲ (حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہوسکتی ہے یا نہیں)، عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہوئی بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہوسکتی ہے یونہی افادہ ۹ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب جماعت علماء نے مسح گردن کو مستحب یا سنت مانا۔

اقول لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ بعد ما ذکر حدیث ابن ماجۃ عن الفاکہ وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہم فی اغتسال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانیدھا ضعفاء ما نصہ، واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردۃ فیہ یبلغہ درجۃ الحسن، والا فالندب وفی ذلک تامل[2] فقد اشار رحمہ اللہ تعالٰی الی

اقول لیکن امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عیدین کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں حدیث ابن ماجہ، فاکہ و ابن عباس سے اور حدیث بزار ابو رافع رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں، اور پھر کہا کہ عیدین کے موقعہ پر غسل سنت ہے اگر ہم یہ کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر حسن کا درجہ پا چکی ہے اور اگر نہیں تو غسل مستحب ہے اور اس میں تامل ہے اھ امام رحمہ اللہ تعالٰی نے اس بات

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۱
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ان الضعیف لا یفید الاستنان وانما نقول ان السنة ربما تطلق علی المستحب کعکسه کما صرحوا به فیتجه کلام الشامی والقاری وبه یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسألة اعنی مسألة الخط فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستنان وقد کان متأیدا بما فی الحلیة هل ینوب الخط بین یدیه منابه فعن ابی حنیفة وهو احدی الروایتین عن محمد انه لیس بشیئ ای لیس بشیئ مسنون او لولا انه زاد بعده بل فعله و ترکه سواء اھ فتنبه بعد بعده فھم۔

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنّت کا فائدہ نہیں دیتی، اور تیرے لیے یہ جائز ہے کہ تُو کہے کہ بعض سنّت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنّت پر ہوتا رہتا ہے جیسا کہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہے، لہذا امام شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور اسی سے مسئلہ خط میں ہمارے علماء سے مروی دو روایات میں تطبیق بھی ہو جائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی تائید حلیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط سترہ کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟ تو امام ابوحنیفہ کی ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شَی نہیں یعنی سنّت نہیں اور کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ فرماتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی۔ اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

فائدہ ۸ (فائدہ متعلق افادہ ۱۱ کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سنیے حدیث صحیح زکوٰۃ حلی، مروی سنن ابی داؤد ونسائی:

امرأة اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ومعها ابنة لها وفی ید ابنتها مسکتان غلیظتان من ذهب فقال اتعطین زکاة هذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بهما یوم القیمة سوارین من نار قال فخلعتهما فالقتهما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

یعنی ایک بی بی خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اُن کی بیٹی ان کے ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فقد ادیت حق اللہ و رسولہ[1]

یہ دے ڈالے گے کنگن چھوڑ دیئے، اُن بی بی نے کرشے کر (زیور) ڈال دیئے اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

جسے امام ابو الحسن ابن القطان و امام ابن الملقن و علامہ سید میرک نے کہا اسنادہ صحیح[2] (اس کی سند صحیح ہے)، امام عبدالعظیم منذری نے مختصر میں فرمایا اسنادہ لامقال فیہ[3] (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں)، محقق علی الاطلاق نے فرمایا لا شبھۃ فی صحتہ[4] (اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں)۔ امام ترمذی نے جامع میں روایت کرکے فرمایا لا یصح فی ھذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شیئ[5] (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح مروی نہیں)، امام منذری نے فرمایا لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرھما والا فطریق ابی داود لامقال فیہ[6] (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داود میں طعن جانے گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا،

انما ضعف ھذا الحدیث لان عندہ فیہ ضعیفین ابن لھیعۃ والمثنی بن الصباح[7]

انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے ابن لہیعہ اور مثنٰی بن الصباح۔

ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامۃ القاری فی المرقاۃ۔

اسے امام محقق نے فتح القدیر اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔ (ت)

اور حدیث ردِ شمس کہ حضور پر نور سید الانوار ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہوگیا یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی

---

[1] سنن ابی داود باب الکنز ما ھو و زکوٰۃ الحلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۸

[2] فتح القدیر بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴

[3] " " " " " ۲/۱۶۴

[4] " " " " " ۲/۱۶۵

[5] جامع الترمذی باب ماجاء فی زکوٰۃ الحلی " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۱

[6] فتح القدیر بحوالہ منذری فصل فی الذہب " نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴

[7] " بحوالہ ابن القطان " " " ۲/۱۶۴

وجہ الکریم نے نماز عصر ادا کی جیسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغلطائی و امام قطب خیضری و امام حافظ الشان عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلۂ کرام نے حسن و صحیح کہا کما ھو مفصل فی الشفاء و شروحہ و المواھب و شروحھا (جیسے شفا اس کی شروح اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ ت)

علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں

اما قول الامام احمد وجماعۃ من الحفاظ بوضعہ فالظاھر انہ وقع لھم من طریق بعض الکذابین والا فطرقہ السابقۃ یتعذر معھا الحکم علیہ بالضعف فضلا عن الوضع[1]۔

امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں کے ذریعے پہنچی ہوگی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چہ جائیکہ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)

خاتم مجتہدین امام شیخ الاسلام عمدۃ مکرم مرجع العلماء الاعلام تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ اپنی کتاب مستطاب مظہر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام عــہ علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والسلام میں فرماتے ہیں،

ومما یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطریق فلا یلزم من ذٰلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیہ ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ[2]۔

اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ بالاجمال اس متن پر حکم ہے۔

لطیفہ جلیلہ خفیفہ: (لطیفہ جلیلہ خفیفہ جان پر لاکھوں کو پہاڑ) ابوداؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں ان بی بی نے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عــہ فی الباب الاول تحت الحدیث الخامس من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی ۱۲ منہ (م)

باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے، جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ردشمس لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/۱۲

[2] شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹

کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا، جیسے کہ حضور صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں، روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی،

یا رسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[1]

یا رسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کردوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انھیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس و جلیل و موجز رسالہ مسمی بنام تاریخی الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء ۱۳۱۱ھ ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامۃ علی شرک سوی بالامور العامۃ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناطق ہیں کہ اللہ و رسول نے دولتمند کر دیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول بارش کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف توبہ، اللہ و رسول کی دہائی، اللہ و رسول [illegible] کی توقع، اللہ و رسول نے نعمت دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور کی ذات سب کے ہاتھ پکڑے ہیں، حضور کے آگے سب گرفتار ہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ ہے۔ قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہیں، حضور مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور سختیوں کے ٹالنے والے، ابوبکر صدیق و عمر فاروق حضور کے بندے، حضور کے خادم نے جلا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں،

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ۲ تا عہ۱۲ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ۱۳ تا عہ۲۳ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] صحیح البخاری باب قولہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۵

حضور کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور[عه] کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیا کے سبب بلا دور ہوتی ہے، اولیا کے سبب رزق ملتا ہے، اولیا کے سبب مدد ملتی ہے، اولیا کے سبب مینہ اُترتا ہے، اولیا کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں۔ وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں بکیں یا خدا و رسول سے لڑیں گڑھ سکیں۔ اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جان جاناں صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے۔ غرض وہابی مذہب پر شرک امرِ عام ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر رب جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیت کا پھاگ نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے۔ زور گھنگھور شرکوں کا شور، سارا جہان شرابور، پور کی قید نہ ماس پہ تیور، یہ توحید کا پھاگن بارہ ماس جاری ہے ؎

اشراک بمذہبے کہ تا حق برسد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جزء سے بھی کم ہے ایک سو تیس سے زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بحمد اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون[له] رب اوزعنی ان اشکر

یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اے میرے رب مجھے اس

عـه و عـه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

له القرآن ۳۸/۱۲

نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان اعمل صالحا ترضىه واصلح لي في ذريتي اني تبت اليك واني من المسلمين[1] ○ والحمد لله رب العلمين ○

بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے جن سے تو راضی ہو جائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع کرتا اور مسلمانوں میں سے ہوں۔ تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (ت)۔

فائدہ ۹: (وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت نہ کرتے) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج و امام مالک و امام احمد، اور افادہ دوم میں یحیٰی بن سعید قطان و عبدالرحمن بن مہدی کو گنا اور انھیں سے ہیں امام شعبی و بقی بن مخلد و حریز بن عثمٰن و سلیمٰن بن حرب و مظفر بن مدرک خراسانی و امام بخاری۔ مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

حدثني ابو جعفر الدارمي ثنا بشر بن عمر قال سألت مالك بن انس (فذكر الحديث قال) وسألته عن رجل اخر فنسيت اسمه فقال هل رأيته في كتبي قلت لا قال لو كان ثقة لرأيته في كتبي[2]۔

ابوجعفر دارمی نے مجھے حدیث بیان کی کہ ہمیں بشر بن عمر نے بتایا کہ میں نے مالک بن انس سے پوچھا (پھر تمام حدیث بیان کی اور کہا) اور میں نے ایک دوسرے آدمی کے بارے میں ان سے پوچھا جن کا نام میں اس وقت بھول گیا تو انھوں نے فرمایا کیا تو نے اسے میری کتب میں پایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتے تو میری کتب میں انھیں ضرور پاتا۔ (ت)

منہاج امام نووی میں ہے:

هذا التصريح من مالك رحمه الله تعالى بان من ادخله في كتابه فهو ثقة فمن وجدناه في كتابه حكمنا بانه ثقة عند مالك وقد لايكون ثقة عند غيره[3]۔

یہ امام مالک کی تصریح ہے کہ جسے وہ اپنی کتاب میں ذکر کریں گے وہ ثقہ ہوگا تو اب ہم ان کی کتاب میں جسے پائیں ہم اسے امام مالک کے نزدیک ثقہ سمجھیں گے اور کبھی ان کے غیر کے ہاں وہ شخص ثقہ نہیں ہوگا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۴۶/۱۵
[2] صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹
[3] شرح صحیح مسلم للنووی " " " " " " ۱/۱۹

میزان میں ہے:

ابراھیم بن العلاء ابو ھارون الغنوی وثقہ جماعۃ ووھاہ شعبۃ فیما قیل ولم یصح بل صح انہ حدث عنہ۔[1]

ابراہیم بن العلاء ابو ہارون غنوی کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انھیں کمزور کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

عبدالاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابیہ وعنہ شعبۃ لایعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد۔[2]

عبدالاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن شعبہ کے تمام اساتذہ جید ہیں۔ (ت)

اقول لکن قال یزید بن ھارون قال شعبۃ داری وحماری فی المساکین صدقۃ ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت لہ فلم سمعت منہ؟ قال ومن یصبر عن ذا الحدیث۔ یعنی حدیثہ عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ عن امہ انھا قالت رأیت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع کما فی المیزان[3] ولک ان تتفصی عنہ بان السماع شیئ والتحدیث شیئ، والکلام فی الاخیر وان کان اسم الشیخ یتنا ول الوجہین وسنذکر اخر ھذہ الف ئدۃ ان

اقول لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں صدقہ ہے، اگر ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا نہ ہو، میں نے انھیں کہا تو پھر آپ نے ان سے کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے، اس سے انھوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو ابراہیم سے علقمہ سے عبداللہ سے اور انھوں نے اپنی والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان میں ہے، اور تیرے لیے اس سے خلاصی کی صورت

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۵۲ ابراہیم بن العلاء مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۴۹
[2] " " " ۴۷۴۳ عبدالاکرم " " " ۲/ ۵۳۲
[3] " " " ۱۵ ابان ابن ابی عیاش " " " ۱/ ۱۱

الا مارس بما حمل عمن شاء، فاذا حدث ثبت نعم لعل الصواب التقييد بمن حدث عنه في الاحكام دون ما يتساهل فيه لما تقدم في الافادة الثالثة والعشرين من قول ابن عدي ان شعبة حدث عن الكلبي ورضيه بالتفسير[1] كما نقله في الميزان وفيه ايضا في محمد بن عبد الجبار قال العقيلي مجهول بالنقل قلت شيوخ شعبة نقاوة الا النادر منهم وهذا الرجل قال ابو حاتم شيخ[2] قلت وهذا لا يضر فقد يكون الرجل ثقة عنده وعند غيره مجروح او مجهول حتى ان من شيوخه الذين وثقهم وصرح بحسن الثناء عليهم جابر بن يزيد الجعفي ذاك الضعيف الرافضي المتهم قال الامام الاعظم رضي الله تعالى عنه ما رأيت فيمن رأيت افضل من عطاء ولا اكذب من جابر الجعفي[3] وكذلك كذبه ايوب وزائدة ويحيى والجوزجاني وتركه القطان وابن مهدي والنسائي وآخرون۔

یہ ہے کہ سماع اور شَی ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے، گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے مستقل ہے مختصر یہ کہ ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کریں گے کہ امام شعبہ بھی جس کو چاہے روایت لیتا ہے تو جب حدیث بیان کرے تو وہ اس پر ثابت قدم رہے۔ ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی احادیث بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے جیسا کہ تئیسویں افادہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے کہ شعبہ نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول ہے اور اسی میں محمد بن عبدالجبار کے بارے میں بھی ہے کہ عقیلی نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے —— میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے میں ابوحاتم نے کہا شیخ ہے اھ —— قلت یہ نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک محدث کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول ہوتا ہے حتی کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور متہم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحیٰی اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا، قطان، ابن مہدی، نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۵ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳/۵۵۸

[2] " " ۷۸۲۲ محمد بن عبدالجبار " " " " ۳/۶۱۳

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۴۲۵ جابر بن یزید الجعفی " " " " ۱/۳۸۰

شفاء السقام شریف میں ہے:[1]

احمد رحمہ اللہ تعالٰی لم یکن یروی الا عن ثقۃ وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیۃ) بذلک فی الکتاب الذی صنفہ فی الرد علی البکری بعد عشر کراریس منہ قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منھم من لم یروا الاعن ثقۃ عندہ کمالک وشعبۃ ویحیٰی بن سعید وعبد الرحمٰن بن مھدی واحمد بن حنبل وکذلک البخاری وامثالہ[1] اھ

امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے اور مخالف (یعنی ابن تیمیہ) نے اس بات کی اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے رد میں اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و تعدیل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ، یحیٰی بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، اور اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اھ (ت)

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:[2]

خارجۃ بن الصلت البرجمی الکوفی روی عنہ الشعبی وقد قال ابن ابی خیثمۃ اذا روی الشعبی عن رجل وسماہ فھو ثقۃ یحتج بحدیثہ[2]

خارجہ بن الصلت برجمی کوفی جن سے شعبی نے روایت کیا ہے اور ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا۔ (ت)

تدریب میں ہے:[3]

من لا یروی الا عن عدل کابن مھدی ویحیٰی بن سعید[3] اھ اقول ولا ینکر علیہ بما فی المیزان عن عباس الدوری عن یحیٰی بن معین عن یحیٰی بن سعید لو لم ارو الا عمن ارضی ما رویت الا عن خمسۃ اھ

وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحیٰی بن سعید اھ **اقول** اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا جو میزان میں عباس دوری نے یحیٰی بن معین سے انہوں نے یحیٰی بن سعید کے واسطے سے روایت

عـ۱ فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ (م)

عـ۲ فی ترجمۃ اسرائیل بن یونس ۱۲ منہ (م)

---

[1] شفاء السقام الحدیث الاول مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

[2] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۳ خارجہ بن الصلت مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳/۷۵

[3] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجہول العدالۃ والمستور دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور /۳۱۶

فان رضی یحیی غایة لا تدرک وکیف یظن به ان الخلق کلهم عنده ضعفاء الا خمسة وانما المرضی له جبل ثبت شامخ راسخ لم یتزلزل ولم یتزلزل ولا زال حرف ولا مرة۔

کی ہے کہ اگر میں اس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے میں راضی ہوتا ہوں تو میں صرف پانچ سے روایت کرتا ہوں امام یحیی کے راضی ہونے کی غایت ومقصد معلوم نہیں اور یہ ان کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ ومعتبر وہی شخص ہوگا جو اس فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہو نہ زائل ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)

تہذیب التہذیب میں ہے:

سلیمن بن حرب بن بجیل الازدی الواشحی قال ابوحاتم امام من الائمة کان لا یدلس و قال ابوحاتم ایضا کان سلیمن بن حرب قل من یرضی من المشایخ فاذا رأیته قد روی عن شیخ فاعلم انه ثقة اھ ملتقطا[1]

سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی واشحی کے بارے میں ابوحاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابوحاتم نے یہ بھی کہا کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے تھے سو جب آپ دیکھیں کہ انہوں نے کسی شیخ سے روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا اھ ملتقطا (ت)

تقریب التہذیب میں ہے:

مظفر بن مدرک الخراسانی ابوکامل ثقة متقن کان لا یحدث الا عن ثقة۔[2]

مظفر بن مدرک خراسانی ابوکامل ثقہ اور پختہ ہیں اور وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے (ت)

نافعہ جامعہ: امام سخاوی فتح المغیث میں[عــه] فرماتے ہیں:

تتمة من کان لا یروی الا عن ثقة الا فی النادر الامام احمد وبقی بن مخلد وحریز بن عثمن

تتمہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے روایت نہیں کرتے مگر شاذ ونادر، وہ امام احمد،

عــه فی معرفة من تقبل روایته ۱۲ منه (م)

جس کی روایت مقبول ہو اسکی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمن بن حرب مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۴/۱۷۸ و ۱۷۹

۲؎ تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۴۸

وسلیمٰن بن حرب وشعبۃ والشعبی وعبدالرحمٰن بن مہدی ومالک ویحیٰی بن سعید القطان و ذلک فی شعبۃ علی المشہور فانہ کان یتعنت فی الرجال ولا یروی الا عن ثبت والا فقد قال عاصم بن علی سمعت شعبۃ یقول لو لم احدثکم الا عن ثقۃ لم احدثکم عن ثلثۃ وفی نسخۃ ثلثین و ذلک اعتراف منہ بانہ یروی عن الثقۃ وغیرہ فینظر وعلی کل حال فہو لا یروی عن متروک ولا عمن اجمع علی ضعفہ، واما سفین الثوری فکان یترخص مع سعۃ علمہ وورعہ ویروی عن الضعفاء حتی قال فیہ صاحبہ شعبۃ لا تحملوا عن الثوری الا عمن تعرفون فانہ لا یبالی عمن حمل وقال الفلاس قال لی یحیٰی بن سعید لا تکتب عن معتمر الا عمن تعرف فانہ یحدث عن کل۔[1]

یحیٰی بن مخلد، حریز بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ، شعبی، عبدالرحمٰن بن مہدی، مالک اور یحیٰی بن سعید القطان۔ اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہٰذا غور کر لیا جائے۔ بہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو، امام سفیان ثوری کا تو وہ باوجود علم وسعت اور ورع وتقوٰی کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعفاء سے روایت کرتے ہیں حتی کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے واسطے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں۔ فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحیٰی بن سعید نے کہا کہ معتمر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے واسطے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں اھ (ت)

اقول ما ذکر عن عاصم فیجوز بل یجب حملہ علی مثل ما قدمنا فی کلام یحیٰی کیف وان للثقۃ اطلاقا اخر اخص واضیق کما قال فی التدریب ان ابن مہدی قال حدثنا ابو خلدۃ فقیل لہ اکان ثقۃ فقال کان صدوقا

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اسی گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام یحیٰی پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود واخص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/ ۴۲ و ۴۳

وکان مأمونا وکان خیر الثقة شعبة وسفیٰن قال وحکی المروزی قال سألت ابن حنبل عبدالوھاب بن عطاء ثقة ؟ قال لا تدری ما الثقة انما الثقة یحیٰی بن سعید القطان[1] فعلیك بالتثبت فان الامر جلی واضح۔

کہتے ہیں کہ ہمیں ابوخلدہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ کیا وہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا کہ میں نے ابن حنبل سے عبدالوہاب بن عطا کے ثقہ ہونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے ثقہ صرف یحیٰی بن سعید القطان ہے اور اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (ت)

ثم اقول (ہمارے امام اعظم جن سے روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگئی، انہیں ائمہ متابعین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابوحنیفۃ النعمان انعم اللہ تعالٰی علیہ بانعام الرضوان ونفعہ بانعم نعم الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض متغیرین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ فی کتاب الاٰثار اخبرنا ابوحنیفۃ ثنا لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اٰخر عمرہ ومعلوم ان اباحنیفۃ لم یکن لیذھب فیاخذ عنہ فی حال اختلاطہ ویرویہ وھو الذی شدد فی امر الروایۃ مالم یشددہ غیرہ علی ما عرف[2]۔

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے از لیث بن ابی سلیم از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علماء عابدین میں سے تھا اور انہیں آخر عمر میں اختلاط ہوگیا اور یہ بات مسلّم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث اخذ نہیں کرسکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں بہت سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم ومعروف ہے اھ (ت)

تنبیہ (قلۃ المبالاۃ فی الاخذ قد حدثت من زمن التابعین ـــــ اخذ حدیث میں نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت)

قلت ھذا التوسع وقلۃ المبالاۃ فی

قلت (میں کہتا ہوں) اخذ حدیث میں وسعت

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی علم جرح والتعدیل الخ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۴۳

[2] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۱۵

الاحد قد حدث فی العلماء من لدن التابعین الاعلام اخرج الدارقطنی عن ابن عون قال قال محمد بن سیرین اربعۃ یصدقون من حدثھم فلا یبالون ممن یسمعون الحسن و ابو العالیۃ وحمید بن ھلال ولم یذکر الرابع وذکرہ غیرہ فسماہ انس بن سیرین[1] ذکرہ الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ وقال علی بن المدینی کان عطاء یاخذ عن کل ضرب، مرسلات مجاھد احب الی من مرسلاتہ بکثیر وقال احمد بن حنبل مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات ومرسلات ابراھیم النخعی لا باس بھا ولیس فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن و عطاء بن ابی رباح فانھما کانا یاخذان عن کل احد[2] وقال الشافعی فی مراسیل الزھری لیس بشیئ لانا نجدہ یروی عن سلیمن بن ارقم[3] ذکرھا فی التدریب۔

اور یہ بھی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے، دارقطنی نے ابن عون سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین کہتے ہیں چار ایسے آدمی ہیں جو ان سے حدیث بیان کرے (اساتذہ) اس کو سچا سمجھتے ہیں اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کس سے سماع کر رہے ہیں، وہ چار یہ ہیں حسن، ابو العالیہ، حمید بن ہلال اور چوتھے کا نام نہیں لیا اور ان کے غیر نے چوتھے کا نام ذکر کیا اور اس کا نام انس بن سیرین بتایا ہے، اس کو امام زیلعی نے نصب الرایہ میں ذکر کیا ہے علی بن مدینی نے کہا کہ عطاء ہر قسم کی روایات لیتا تھا، مجاہد کی مرسلات اس کی کثیر مرسلات سے مجھے بہت زیادہ پسند ہیں۔ اور احمد بن حنبل کا قول ہے مرسلات میں سے سعید بن مسیب کی مرسلات اصح ہیں اور مرسلات ابراہیم نخعی میں کوئی حرج نہیں، حسن اور عطاء بن رباح کی مراسیل سب سے ضعیف ہیں کیونکہ وہ دونوں ہر ایک سے حدیث اخذ کر لیتے تھے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ زہری کی مراسیل میں کوئی شیئ نہیں کیونکہ ہم نے اسے سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہوئے پایا ہے اس کا ذکر تدریب میں ہے۔ (ت)

قلت ومراسیل الائمۃ الثقات

قلت (میں کہتا ہوں)، ثقہ ائمہ کی مراسیل

عہ فصل نواقض الوضو ۱۲ منہ

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الطہارۃ واما المراسیل مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض ۱/ ۵۱

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل " " " " لاہور ۱/ ۲۰۳

[3] " " " " " " " " " " " " ۱/ ۲۰۵

مقبولة عندنا وعند الجماهير ولا شك ان عطاء والحسن والزهری منهم وقلة المبالاة عند التحمل لا يقتضيه عند الاداء فقد یاخذ لامام عن شئ ولا يرسله الا اذا استوثق وقد وافقنا على قبول مراسيل الحسن ذالك الورع الشديد عظيم التشديد قدوة الشان يحيى بن سعيد القطان وذاك الجبل العلی علی بن مدينی الذی کان البخاری يقول ما استصغرت نفسی الا عنده وذلك الامام الاجل نقاد العلل ابو زرعة الرازی وناهيك بهم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن فی حديثه قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم الا وجد نا له اصلا الا حديثا او حديثين وما علی فقال مرسلات الحسن البصری التی رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما یسقط منها، واما ابو زرعة فقال کل شئ قال الحسن قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم وجدت له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احاديث نقله فی التدريب[1]۔

ہمارے اور جمہور علماء کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عطا، حسن اور زہری ان میں سے ہیں وہ اخذ میں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ کر لیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں اور ہمارے ساتھ حسن کی مراسیل کو قبول کرنے میں یحیٰی بن سعید القطان شریک ہیں جو ورع و تقوٰی اور حدیث کے اخذ کرنے میں نہایت ہی سخت ہیں اور اس فن کا عظیم شخص علی بن مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے ہیچ نہیں سمجھا اور امام اجل نقاد العلل ابو زرعہ رازی بھی شریک ہیں اور یہ تینوں اقتدا کے لیے کافی ہیں، لیکن قطان نے کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ کہہ دیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں اور ابو زرعہ کہتے ہیں جس شئے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہا ہے مجھے چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (ت)

قلت وعدم الوجدان لا يقتضی عدم الوجود فلم يفت يحيى الا واحدا او

قلت (میں کہتا ہوں) عدمِ وجدان عدمِ وجود کو مستلزم نہیں تو یحیٰی کو ایک یا دو احادیث جو

---

[1] تدريب الراوی شرح تقريب النواوی الكلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰۴

اثنان ولعل غیر یحیی وجد مالم یجدہ و
فوق کل ذی علم علیم[1] ونقل فی مسلم الثبوت
عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال متی قلت لکم
حدثنی فلان فھو حدیثہ ومتی قلت قال
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعن جمیع[2]
اھ وفی التدریب قال یونس بن عبید سألت
الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول
اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانک لم تدرکہ
فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیئ ما سألنی
عنہ احد قبلک ولولا منزلتک منی ما اخبرتک
انی فی زمان کما تری وکان فی زمن
الحجاج کل شیئ سمعتنی اقولہ قال رسول
اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو عن علی
بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان
اذکر علیا[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

نہ ملیں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد
باری ہے وفوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے
پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ
تعالٰی عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے
فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اسی کی حدیث ہوتی ہے
اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
نے فرمایا تو وہ ستر سے مروی ہوتی ہے اھ تدریب
میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی
اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے
آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی!
فرمایا اے بھتیجے! تُو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے
جو تجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا،
اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس
سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ
جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے
آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام
ذکر نہیں کرسکتا (اس لیے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فائدہ ۱۰: (فائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۲ دربارۂ احادیث طبقۂ رابعہ) ضعفائے زمانہ نے
احادیث طبقۂ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال ہم باب

---

[1] القرآن ۱۲/۷۶
[2] مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲
[3] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰۳

وجہ افادہ ۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سُن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیر حدیث:

من طاف بالبیت اسبوعا ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب من مائھا اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔[1]

جو سات پھیرے طواف کرکے مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جاکر اس کا پانی پئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کردے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا

فرماتے ہیں:

حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل مکۃ والدیلمی فی مسندہ لا یقال انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف۔[2]

جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائے گا نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ تعدد مخارج ثقہ وثابت، موضوع جس طرح وضع محض یونہی صحت محض ترتیب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کرلینا محض ظلم وجزاف ہے تو اُن کی حدیث قبل تعیین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف وسقوط احکام میں مستند ومعتبر نہ ہوگی یونہی بوجہ احتمال صحت وحسن وضعف محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھہرسکے گی وہم وریب توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہی یہاں بھی کما لا یخفی علی اولی النہی (جیسا کہ اصحاب فہم پر مخفی نہیں۔ ت)، فوائد ازاں حضرات ہیں بہت علماء کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے:

الراوی اذا کان غیر معروف بالفقاھۃ ولا بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبلہ الائمۃ او سکتوا عنہ عند ظہور

راوی حدیث اگر فقاہت وروایت میں معروف نہ ہو بلکہ کسی ایک یا دو احادیث سے معروف ہو اور محدثین نے اسے قبول کرلیا یا ظہور روایۃ کے وقت اس سے خاموشی

عـــہ: مسئلۃ معرفۃ العدالۃ ۱۲ منہ (م)

معرفت العدالت کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حرف المیم مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۳۶

[2] ایضاً

الرواية او اختلفوا كان كالمعروف وان لم يظهر منهم غير الطعن كان مردودا وان لم يظهر شئ منهم لم يجب العمل بل يجوز فيعمل به في المندوبات والفضائل والتواريخ۔[1]

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شئے کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا تو یہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابل عمل ہے (ت)

فائدہ ۱۱۱ (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تبییض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰی کا حال ہے کہ بعض مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال قریب ہے ہمارے مخالفین منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے دری یا دیدہ و دانستہ مغالطہ دہی ہے تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد کسی کو منکر کسی کو لیس بثابت کسی کو لا یصح کسی کو ضعیف کسی کو مدخول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لا باس بہ کسی کو صحیحہ فلان کسی کو صحیح فرماتے ہیں بعد حدیث تکفیل ابجابین انہیں میں ہے جنہیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرہ سے استظہار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فصل في تعيين بعض الاحاديث المشتهرة على الالسن والصواب خلافها على نمط ذكرته في التذكرة عہ فيه من عرف نفسه عرف ربه ليس بثابت ح رأيت ربي في صورة شاب له وفرة صحيح محمول على رؤية المنام او مؤول ح المؤمن غر كريم والمنافق خب لئيم موضوع عہ ح ما شهد رجل على رجل بكفر

فصل: بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف ہے، اسی طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں میں نے کیا ہے اس میں ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال لمبے و خوب صورت ہوں صحیح ہے یہ

عہ اقول هذا عجيب فقد اخرجه ابوداؤد

اقول یہ عجیب ہے حالانکہ ابوداؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۴۹

ف: یہ عبارت مختصراً اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے۔ حوالے کیلئے ص ۱۵۰ تا ۱۵۱ ملاحظہ ہو۔

الاباء به احدهم ضعيف[عله] فيه طلب العلم فريضة على كل مسلم طرقها واهية[عله] ح من ادى الفريضة وعلم الناس الخير كان فضله

خراب پر محمول ہے یا یہ مؤول ہے اور حدیث مومن دھوکا کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق دغاباز اور کینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترمذی والحاکم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه بلفظ الفاجر مکان المنافق واسناده کما قال المناوی جید ۱۲ منه (م)

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منافق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے جید ہے ۱۲ منہ (ت)

[عله] اقول بل صحیح من اعلی الصحاح لمالك والصحیحین وغیرها عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما رفعه اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما وللبخاری عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه رفعه من قال لاخیه یا کافر فقد باء به احدهما ولابن حبان عن ابی سعید رضی الله تعالٰی عنه بسند صحیح مرفوعا ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بها احدهما وفی الباب غیر ذلك فان اراد خصوص اللفظ فقلیل الجدوی ۱۲ منه (م)

اقول بلکہ یہ اعلٰی درجے کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور شیخین وغیرہما نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اے کافر) کہا، تو وہ کفران دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفران میں سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

[عله] اقول والصحیح انه لاینزل عن الحسن کما بینته فی النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

على العابد الحديث ضعيف اسنادہ لكنهم يتساهلون
في الفضائل ح الوضوء على الوضوء نور على
نور لم يوجد عہ فيه مسح العينين بباطن
السبابتين بعد تقبيلهما لا يصح وروي تجربة
ذلك عن كثيرين فيه الصلاة عماد الدين
ضعيف وصلاة التسبيح ضعيف عہ الدارقطني
اصح شيء في فضل الصلوات صلاة التسبيح
فيه طعام الجواد دواء وطعام البخيل داء
في المقاصد عہ رجاله ثقات وفي المختصر منكر
في المقاصد ماء زمزم لما شرب له ضعيف عہ
لكن له شاهد في مسلم ح ان الله يبعث
لهذه الامة على رأس كل مائة من يجدد
لها دينها صححه عہ الحاكم ح حسن، ملتقطًا

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفر ان میں سے کسی
ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم
کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق
کمزور ہیں۔ حدیث وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں
کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے،
اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل میں عمل
میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو نور علی نور ہے،
موجود نہیں۔ اسی میں ہے سبابہ انگلیوں کا باطن چومنے
کے بعد آنکھوں سے لگانا صحیح نہیں، ہاں بطور تجربہ یہ
عمل کثیر علماء سے مروی ہے۔ اسی میں ہے نماز دین کا
ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلوٰۃ التسبیح
(والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل
نماز کے باب میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح

عہ۱ بل اخرجه الترمذي وان قال المنذري ثم العراقي لم نقف عليه ١٢ منه (م)

بلکہ اس کی تخریج ترمذی نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہو سکے ١٢ منہ (ت)

عہ۲ الحق انه حديث حسن صحيح لا شك حسن لذاته صحيح لغيره ان لم يكن لذاته و التفصيل في اللآلي ١٢ منه (م)

حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغیرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں اور اس کی تفصیل اللآلی میں ہے (ت)

عہ۳ اقول كذا قال المناوي وبالغ الذهبي كعادته فقال كذب ١٢ منه (م)

اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹ ہیں ١٢ منہ (ت)

عہ۴ اقول بل نص الحافظ انه حجة بطرقه وحسنه المناوي وصححه الامام سفين بن عيينة والدمياطي والمنذري وابن الجزري ١٢ منه (م)

اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا، امام سفین بن عیینہ، دمیاطی، منذری اور ابن جزری نے اسے صحیح کہا ١٢ منہ (ت)

عہ۵ ورواه ابوداود وقال المناوي اسناده صحيح ١٢ منه (م)

اسے ابوداود نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ (ت)

لا یدری اوله خیر ام آخره موضوع في الوجیز
انا وابوبکر وعمر خلقنا من تربة واحدة فیه
مجاهیل قلت له طریق آخر وله شاهد
في اویس حدیث في ورقتین قال ابن حبان باطل
قلت الوقف اولی فان له طرقا عدیدة لا باس
ببعضها ح من اخلص لله اربعین یوما سنده
ضعیف وله شاهد ح یکون في آخر الزمان
خلیفة لا یفضل علیه ابوبکر ولا عمر موضوع
قلت بل مؤول الی هنا ما في التذکرة[1] ملتقطا.

والی حدیث اصح ہے۔ اس میں ہے سخی کا کھانا دوا ہے
بخیل کا کھانا بیماری ہے، مقاصد میں ہے کہ اس کے
رواۃ ثقہ ہیں، اور مختصر میں ہے کہ یہ منکر ہے۔
مقاصد میں ہے زمزم کا پانی اسی کام کے لیے ہے جس کی
خاطر اسے پیا گیا، ضعیف ہے لیکن اس کے لیے مسلم
میں شاہد ہے۔ حدیث اللہ تعالٰی ہر سو سال کے بعد
اس اُمت میں ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کیلئے
دین کی تجدید کرتا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ حدیث
میری اُمت کی مثال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں
اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے، میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس
میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث اویس جو دو ورق
پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اسکی بعض سندیں ہیں۔

عه اقول هذا عجیب بل اخرجه احمد والترمذي
في الجامع عن انس رضي الله تعالی عنه وحسنه
وفي الباب عن عمران بن حصین رضي الله تعالی
عنهما اخرجه البزار قال السخاوي بسند حسن
وفیه عن علي وعن عمار وعن عبدالله بن عمر
رضي الله تعالی عنهم وقال ابن عبدالبر ان
الحدیث حسن وقال ابن القطان لا نعلم له
علة قال السخاوي اسناده جید ۱۲ منه (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ
اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ
تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے
میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے
بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔
سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس باب
میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبداللہ بن عمر
رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبدالبر
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ سخاوی نے کہا
کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن، نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۱۰ تا ۵۱۹

میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالٰی کے لیے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاہد ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے یہیں کہتا ہوں بلکہ اس میں تاویل ہے۔ یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

فائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس وجلیل احقاق اور اوہام قاصرین زمان کا ابطال و ازہاق) **اقول** و باللہ التوفیق ازاں اکثر قاصرین زماں بے سند کی تضعیفیں اور بعض اخیرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر ہرگز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کتاب ائمہ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاطل کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل کسی باب میں اصلاً سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ یہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین و جماہیر فقہاء دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہاء و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق و اعضال یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائط حذف کرکے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارۃ عما سقط من اسنادہ اثنان فصاعدا ومثالہ ما یرویہ تابع التابعی قائلا فیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکذلک ما یرویہ من دون تابع التابعی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او عن ابی بکر وعمر وغیرھما غیر ذاکر للوسائط بینہ وبینھم وذکر ابو نصر السجزی الحافظ قول الراوی "بلغنی" نحو قول مالک "بلغنی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال للمملوک طعامہ وکسوتہ" الحدیث وقال اصحاب الحدیث یسمونہ المعضل قلت وقول المصنفین من الفقہاء

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کے سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابوبکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے۔ ابو نصر السجزی حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغنی" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لیے کھانا اور کپڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

وغیرهم قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کذا اوکذا" ونحو ذلك کله من قبیل المعضل لما تقدم وسماه الخطیب ابوبکر الحافظ فی بعض کلامه مرسلا وذلك علی مذهب من یسمی کل ما لا یتصل مرسلا کما سبق اھ[1] باختصار۔

کہ محدثین ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں فقہا اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا یہ تمام از قبیل معضل ہی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا، اور خطیب ابوبکر حافظ نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنھوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا ہے جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا اھ اختصاراً (ت)

توضیح میں ہے:

الارسال عدم الاسناد وهو ان یقول الراوی قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من غیر ان یذکر الاسناد[2]۔

ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو، وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہہ دے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ (ت)

علامہ تفتازانی تلویح پھر مدقق علائی صاحب درمختار افاضۃ الانوار علٰی اصول المنار میں فرماتے ہیں: ان لم یذکر الواسطۃ اصلا فمرسل[3] (اگر راوی سند واسطہ ذکر نہ کرے تو وہ مرسل ہے۔ ت)

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے:

(المرسل قول العدل قال علیه) وعلٰی اٰله واصحابه الصلٰوۃ (والسلام کذا) وعند اهل الحدیث فالمرسل قول التابعی قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه واٰله واصحابه وسلم کذا والمعلق ما رواه من دون التابعی من دون سند والکل داخل فی المرسل عند اهل الاصول[4] اھ مختصرا۔

مرسل وہ ہے جس کے متعلق عادل کا قول ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ فرمایا، اور محدثین کے ہاں مرسل سے مراد تابعی کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یوں فرمایا اور حدیث معلق وہ روایت ہے جو بغیر سند کے تابعی کے بعد کوئی شخص روایت کرے، اور اہل اصول کے ہاں یہ تمام مرسل میں داخل ہیں اھ مختصراً۔ (ت)

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث النوع الحادی عشر المعضل مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۲۸

[2] التوضیح والتلویح فصل فی الانقطاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۲۷۲

[3] حاشیۃ التوشیح مع التوضیح " " " " " "

[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

پھر باجماع علماء محدثین و فقہاء سب اقسام فرع موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال و مناقب رجال و سیر و احوال میں سلفاً و خلفاً ماخوذ و مقبول، جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شرالانواع بتاتے اور انہیں اس سے جدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین سیر بلانکیر منکر مراسیل و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے افادہ ۲۲ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ و مرسل و منقطع و معضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مسامحت فرمائی ہے، یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحیح موطا میں معضلات و بلاغات موجود ہیں وسط میں بعلت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریب میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے:

ان مالکا لم یفرد الصحیح بل ادخل فیہ المرسل والمنقطع والبلاغات ومن بلاغاتہ احادیث لا تعرف کما ذکرہ ابن عبد البر[1]۔

امام مالک نے احادیث صحیحہ کو الگ نہیں بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کردیا ہے حالانکہ ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروف نہیں جیسا کہ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔(ت)

وہیں امام قسطلانی سے ہے:

مثل ذلک فی کتاب البخاری[2] (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔ت)

وہیں امام حافظ الشان سے ہے:

کتاب مالک صحیح عندہ وعند من یقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرہما[3]۔

امام مالک کی کتاب ان کے اور ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں اس بنا پر کہ اس کی نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہما سے استدلال درست ہے۔(ت)

اسناد کے سنت مطلوبہ و فضیلت مرغوبہ و خاصہ امت مرحومہ ہونے میں کسے کلام ہے محققین قائلین مراسیل

عہ فی الثانیہ من مسائل الصحیح ۱۲ منہ (م)۔ مسائل صحیح کی دوسری قسم میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی الثانیہ من مسائل الصحیح مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۹۰

[2] 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 〃

معاضیل بھی مسانید کر اُن پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیرہ میں اسکی تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثر میں بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجودھا لوکان لہا اجنحۃ یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعۃ عین لاعموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارۂ احکام ہوں یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شیئ یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑے گا۔ ت) مراد خود دربارۂ عقائد و احکام ہے۔

فان الحاجۃ الی القتال انما ھی فیما یجری فیہ التشدید والتماکس دون ما اجمعوا علی التساھل فیہ۔

لڑائی کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا ہو نہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔ (ت)

یونہی ارشاد امام مبارک عبد اللہ بن مبارک لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء[2] (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبول ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور محل قواعد مقررۂ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ما شاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ ت) صادق نہ آئے گا کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ ت) پھر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسام اُن کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو اُن کے طور پر وہی من شاء ما شاء کا احتمال احتمال ولہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لیے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کرکے فرمایا:

لم یظھر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدۃ[1] (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت)

بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انھیں امام ابن المبارک

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴
[2] صحیح مسلم باب بیان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲

رحمہ اللہ تعالٰی نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا:

اخرج مسلم فی مقدمۃ صحیحہ قال قال محمد یعنی ابن عبد اللہ بن قہزاذ، سمعت ابا اسحٰق ابراھیم بن عیسٰی الطالقانی قال قلت لعبد اللہ بن مبارک یا ابا عبد الرحمٰن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد البر ان تصلی لابویک مع صلاتک وتصوم لھما مع صومک قال فقال عبد اللہ یا ابا اسحٰق عمن ھذا قال قلت لہ ھذا من حدیث شھاب بن خراش فقال ثقۃ عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقۃ عمن قال قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال یا ابا اسحٰق ان بین الحجاج بن دینار وبین النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مفاوز تنقطع فیھا اعناق المطی ولکن لیس فی الصدقۃ اختلاف۔[1]

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ محمد یعنی ابن عبد اللہ بن قہزاذ کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحٰق ابراہیم بن عیسٰی طالقانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے کہا کہ اے ابو عبد الرحمٰن! وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے بعد اپنے والدین کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے بعد والدین کے لیے روزہ رکھے۔ فرمایا تو عبد اللہ نے کہا اے ابو اسحٰق! یہ حدیث کس سے مروی ہے، فرمایا تو میں نے اسے کہا یہ حدیث شہاب بن خراش سے ہے، فرمایا کیا وہ ثقہ ہیں جس سے انہوں نے روایت کی ہے؟ میں نے کہا یہ حجاج بن دینار سے ہے، فرمایا وہ ثقہ ہیں تو میں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو انہوں نے فرمایا اے ابو اسحٰق! حجاج بن دینار اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہو جائے لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کردینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی ھذہ الحکایۃ انہ لایقبل الحدیث الا باسناد صحیح۔[2]

اس حکایت کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھئے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہر تا متصل باطل وملحق بالموضوع ہو جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادہ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعاً[3] (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سبب

[1] و [2] صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۳۱۶

عبارات صرف باب اہم و اعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہو کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو کما قررنا فی الکلمات المذکورۃ (جیسے کہ ہم نے کلماتِ مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ت) اور واقعی دربارۂ رد و قبول غالب محاوراتِ علما صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محطِ انظار رجبہ و تزہہ وغیرہا میں دیکھئے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں، مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح و حسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول هكذا ينبغى التحقيق والله ولى التوفيق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے اور توفیق دینے والا اللہ تعالٰی ہے۔ت)

(جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمۂ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارۂ احکام بھی حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المسلم[1] وشروحه وغیرها (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ت)

عـه المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً اتفاقاً وان من غیرہ فالاکثر ومنهم الامام ابوحنیفه والامام مالك والامام احمد رضی الله تعالٰی عنهم قالوا یقبل مطلقاً اذا کان الراوی ثقة وقال ابن ابان رحمه الله تعالٰی من مشائخنا الکرام یقبل من القرون الثلثة مطلقاً ومن ائمة النقل بعد تلك القرون وقال طائفة من المتاخرین منهم الشیخ ابن الحاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الهمام منا یقبل من ائمة النقل مطلقاً من ای قرن کان اعتضد بشیئ ام لا ویتوقف فی المرسل من

مرسل اگر صحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر علماء جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں، کی رائے یہ ہے مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان رحمہ اللہ تعالٰی جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قرون ثلثہ (تین زمانوں) کی مرسل مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمۂ نقل کی مرسل بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام ہم سے (یعنی احناف) کی رائے یہ ہے کہ ائمۂ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

اقول (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم ہے) انصافاً غیر ناقد کے لیے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثر میں پر بھی لازم، آخر اُس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یطاق ہے، تو اُس کے لیے ذکر وعدم ذکر سند دونوں یکساں اور بلا شبہہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلٰی نہیں تو کم بھی نہیں اور جو احتمالات مسامحت و تحسین ظن و خطا فی النظر یہاں ہیں وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب ومشاہد باینہمہ امام ابن الصلاح وامام طبری وامام نووی وامام زرکشی وامام عراقی وامام عسقلانی وامام سخاوی وامام زکریا انصاری وامام سیوطی وغیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیص کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا،

کماذکرنا نصوصہم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین۔

جیسے کہ ہم نے مدارج طبقات الحدیث میں ان کی تصریحات کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملا علی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔ (ت)

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہو لاجرم جس طرح امام احمد یا یحیٰی کا ھذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیا کا صحاح میں لانا یا شیخ منذری کا مختصر میں ساکت رہنا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غیرھم وھو المختار وقیل وھو مراد الائمۃ الثلثۃ والجمھور ولایقول احد بتوثیق من لیس لہ معرفۃ فی التوثیق والتجریح وعلی ھذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراط ھذا الشرط فی القرون الثلثۃ لزعمہ عدم الحاجۃ الی التوثیق فی تلک القرون لان الرواۃ فیہا کانوا اھل بصیرۃ فی التوثیق والتجریح[1] اھ من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق وتجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور تجریح کے ماہر تھے اھ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴

یوں ہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا،

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی غیر ذلک من احکامہ واحوالہ ونعوت جمالہ وشیون جلالہ وصفات کمالہ صلوات اللّٰہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی اٰلہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم وشرف ومجد وعظم وکرم اٰمین۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے آپ کے دیگر احکام واحوال، آپ کے جمال وجلال کی صفات وشانیں اور آپ کے صفات کاملہ ہیں آپ پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی آل واصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت وسلام، شرافت، بزرگی، عظمت وکرم کی برسات ہو، آمین (ت)

الحمدللہ کہ اس جواب کی ابتدا بھی حضور اقدس واکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود ودرود مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولٰی عزوجل اس نام کریم وصلوٰۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارتِ عیون وتنویر قلوب وتکفیرِ ذنوب وسلامتِ ایمان وامن وامان وتنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالٰی بکرمہ یقبل الصلاتین وھو اکرم من ان یدع ما بینھما وکان ذلک للیلۃ الثالثۃ یوم الاثنین لعلہ الثامنۃ عشر من الشھر الفاخر شھر ربیع اٰخر من شھور السنۃ الثالثۃ عشر من المائۃ الرابعۃ عشر من ھجرۃ الحبیب سید البشر صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وصحبہ واولیائہ اجمعین اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین، سبحٰنک اللھم وبحمدک، اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔